

# مذہب و تہذیب

اس میں بتایا گیا ہے کہ کائنات، خالق کائنات اور مقصد حیات کے بارے میں صحیح عقیدہ اور صحیح علم ہی پر ایک استوار معاشرہ اور صلح تہذیب و تہذیب کی عمارت قائم ہوتی ہے، دنیا اب تک جن تہذیبی ادوار سے گزر چکی ہے وہ کتنے عقائد و نظریات کی پیداوار تھیں اور اسلام سے کس طرح ایک صلح ادا  
صحت مندرجہ ذیل کا وجود ہوتا ہے؟

مولانا ابو الحسن علی ندوی

مجلس تحقیقات و نشریات اسلام لکھنؤ

(جلد حقوق محفوظ ہیں)

# باراول

۱۴۸۰ھ - ۱۹۶۰ء

دو ایڈیشن سابق، پہلا دہلی ۱۹۳۷ء	دو سر ایم یار خاں پاکستان ۱۹۵۶ء
از مجلس تحقیقات و نشریات اسلام	پہلا ایڈیشن ۱۹۵۶ء
کتابت	خیر الحمد کا کوروی
طبعات	لکھنؤ پبلشگ ہاؤس (آفٹ)
صفحات	۱۱۲
قیمت	

باہتمام

محمد عیاث الدین ندوی

طابع و ناشر

مجلس تحقیقات و نشریات اسلام پوسٹ لکھنؤ

(دارالعلوم ندوۃ العلماء)

# مذہب تہذیب

۱۹۸۰ء۔ ۱۴۰۰ھ

عربی .. .. .. .. ..	پہلا ایڈیشن .. .. .. .. ..	بیروت
انگریزی .. .. .. .. ..	دو تھالا ایڈیشن .. .. .. .. ..	لکھنؤ
اردو .. .. .. .. ..	پتیرا ایڈیشن .. .. .. .. ..	لکھنؤ کراچی

## فهرست عنوان

		پیش نقطہ
۸۳	یہ کارخانہ عالم عیشت پیدا نہیں کیا گی، اور اس کی آفرینش بے تقدیر بے قائدہ نہیں	۵۔ ۶ ذہبی افلاض اور تمدن کے مشترک سوالات ۔ ۹ - ۷
۸۴	انسان کی زندگی بھی بے تقدیر نہیں اور وہ اپنی نیازیوں کی خواہ نہیں	جواب کے وسائل اور ان کی علمی تنقید ۱۰ - ۲۷
۸۵	موت و زندگی کا تقدیر انسان کی آزادیش ہے	حوالہ
۸۶	دنیا کی آزادیش انسان کے امتحان کے لئے ہے	عقل
۸۷	انسان اشرف المخلوقات ہے	فلسفہ
۸۸	انسان زمین پر خدا کا ناس ہے	ذہبی فلسفہ
۸۹	انسان اشرک کے خراونوں کا الٹریک طوفان سے اینا ہے	اشراف
۹۰	زمین پر کوچک ہے وہ انسان کے لئے پیدا کیا گیا ہے	اشرافی مذاہب
۹۱	اور انسان خود خدا کی بندگی کے لئے ہے	دنیا کے تین اہم تمدن اور نظام حیات ۶۲ - ۶۳
۹۲	الشی کی پیدا کی ہوئی نعمتیں انسان کے استعمال کی گئیں	حی تمدن
۹۳	کھانا پینا آگاہ نہیں اسراف گناہ ہے	عقلی تمدن
۹۴	تمام انسان لیکیا نسان کی نسل ہیں۔ یک رو سب پر فضیلت صرف تقویٰ سے ہو سکتی ہے	اشرافی تمدن
۹۵	دوسری زندگی ۸۶ - ۸۸	سوالات کے جواب کی دوسری راہ ۶۵ - ۸۰
۹۶	اس زندگی کے بعد ایک دوسری زندگی ہے جس میں دنیا کے اعمال کی جراحتی اُنہوں کا حساب ہو گا	رسالت
۹۷	اس دنیا کی زندگی پر حقیقت مدد فالی پھل اُنہوں کی آخرت کی زندگی کی حیات جادو اُنی ہے	انجیاء کرام
۹۸	آخرت یہ نجاحیکا گول کا ہے جو اس نیازیوں کی مدد اور مدد نہیں ہے	انجیاء کرام کی تعلیمات
۹۹	انجیاء کرام کی تعلیمات کے نتائج اور اسلامی زندگی کا خوبی ہے	خالق کائنات اور کائنات ۸۰ - ۸۲
۱۰۰	خدادی صفات اور اس کے کام	خدادی صفات اور اس کے کام
۱۰۱	دنیا کی پیدا اُنیش اور اس کا انتظام	دنیا کی پیدا اُنیش اور اس کا انتظام
۱۰۲	خدادیکی بلوشاہی اور اس کی طاقت و فرمادروائی	خدادیکی بلوشاہی اور اس کی طاقت و فرمادروائی

## پیش لفظ

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَىٰ حَاتَمِ الْمُرْسَلِينَ

سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِينَ

پیش نظر مقام ایک علمی مصنفوں ہے جو جامعہ نلیہ اسلامیہ دہلی کی تحریک و فرماں شرپ کھا گیا، اور ۱۹۷۲ء میں ایک منتخب علمی مجلس ہے جس میں جامعہ کے فاصل اساتذہ، طلباء اور دہلی کے اہل علم و اہل ذوق شرکیت تھے پڑھائیں اور پسند کیا گیا۔ ۱۹۷۳ء میں مکتبہ جامعہ نلیہ کی طرف سے منیر بہ تہمن کے نام سے یہ سال شائع ہوا اس کا لکھنی ڈیشن پاکستان بھی شکار اور جلد نیلائیں تھیں مخصوص چھٹکا بھی تھی اور جس نقطہ نظر اور اسلوب سے اس اہم مصنفوں میں ذہب و زندگی دونوں کے بیان اور پر بحث کی گئی ہے وہاب بھی وقیع ہے اس لئے جلس تحقیقات و نشریات اسلامی جاہب سے صحفت کی مزید ترقی و نظر شانی کے بعد اس کو — شائع کیا جا رہا ہے اسید ہے کہ وہ اپنے حکم علمی استدلال، بحث کی سنجیدگی و گہرا ای تاریخ و فلسفہ کے وسیع و عمیق مطالعہ اور تحریر کی چلگتگی اور دل آویزی کی وجہ سے اس نئے علمی طبقہ میں دچپی سے پڑھا جائے گا جو ذہب و زندگی کے متعلق سی جو بتیو رکھتا ہے اور سنجیدگی کے ساتھ یہ معلوم کرنا چاہتا ہے کہ ذہب و زندگی کی کیا رہنمائی کرتا ہے اور تہمن و محاسن کے کیا بنیادیں اور اس وقت حاجب مقام ای گھر ۱۹۷۴ء سال تھی، اس نئے تحریر کی اس کی مطالعہ و مخت میں پولارنے کی لاکھیں کی۔

کیا رہنا اصول حطا کرتا ہے، اور کس انداز و مراجح کی زندگی اور سوسائٹی وجود میں لاتا ہے، اور اس کے بغیر زندگی اور تمدن کو کیا خطرات درپیش ہیں؟ اسید ہے کہ اس مختصر سے رسالہ میں جو ایک توسیعی خطبہ کی حیثیت رکھتا ہے، اہل نظر کو بعض الیے حقائق اور اشارے ملیں گے، جو مذہب و تمدن کی بہت سی ضمیم کتابوں میں آسانی سے نہیں ملتے، اور اس نے اس موضوع پر خود و فکر کرنے والوں، لکھنے اور لفظ لکھنے والوں کو صارخ ذہنی غذا اور صحیح رہنمائی حاصل ہوگی، اور اہل لقین کے یقین میں اس سے اضافہ ہو گا، اور یہی مجلس تحقیقات و نشریات اسلام کا بنیادی مقصد ہے۔

### ناشر

سکریٹری مجلس تحقیقات و نشریات اسلام

دارالعلمین ندوۃ العلماء لکھنؤ

۱۳۹۹ھ  
۱۹۷۹ء

## مذہب، فلسفہ اور تمدن کے

### مشترک سوالات

مذہب، فلسفہ اور تمدن کے چند مشترک سوالات ہیں، جن کے جواب ہی پر ان سب کی بنیاد ہے، اس دنیا کا آغاز و انجام کیا ہے، کیا اس زندگی کے بعد کوئی اور زندگی بھی ہے؟ اگر ہے تو اس کی نوحیت کیا ہے؟ اور اس کے لئے اس زندگی میں کیا ہدایات ہیں؟ نیز یہ کہ کائنات بحثیتِ مجموعی کیا ہے؟ اس کو اس نظم و ضبط میں رکھنے والی اور ایک ہمسرگیر اور حکم قانون کے مطابق چلانے والی ذات کون ہے؟ اس کے کیا صفات ہیں؟ اس کا انسانوں سے کیا تعلق ہے؟ اور انسانوں کا اس سے کیا تعلق ہونا چاہئے؟ کیا ان قوانین طبعی کے علاوہ جو اس عالم میں کار فراہیں، کوئی اخلاقی قانون ہے؟ اگر ہے تو اس کی کیا تفصیلات ہیں؟ انسان کی اس کائنات میں صحیح خیثیت اور منصب کیا ہے؟ وہ خود مختار ہے یا کسی کا ماتحت، کسی دوسری طاقت اور عدالت کے سامنے ذمہ دار ہے یا آزاد اور غیر ذمہ دار، اس کا کمال مطلوب کیا ہے؟

بیاولین اور بنیادی سوالات ہیں، جن کو کوئی ایسا نظام ایک ٹھکر کے لئے بھی نظر نہ لازم ہے۔

۸

ہنسی کر سکتا جس کا تعلق زندگی کی گھرائیوں سے ہو، اور جس کی جڑیں انسان کے قلب و دماغ میں پیوست ہوں، اور اس کی شاخیں انسانی زندگی کی وسعتوں پر پھیلی ہوئی ہوں مذہب انہی سوالات کا یقینی جواب دینے کا دعویٰ کرتا ہے، فلسفہ انہی سائل سے بحث کرتا ہے، تمدن (اپنے وسیع ادھری مفہوم میں) انہی بنیادوں پر اپنی حمارت قائم کرتا ہے۔

ان سوالات کا تعمین جواب فیضے بغیر نہ ہم زندگی کا کوئی حقیقی مسئلہ طے کر سکتے ہیں، نہ تمدن و اجتماع کا کوئی نقشہ بنایا سکتے ہیں، کوئی تمدن خواہ لکھا سطحی اور مادی ہو، ان سوالات کے جواب کا کوئی رخ ضرور کرتا ہے، جوابیں کی عمارت کی بنیاد کے نیچے بھی بنیاد کا کام دیتا ہے، اور بنیاد کی اس گہرائی سے لے کر اس کے کاخ و ایوان کی بلندی تک یہاں اثر انداز ہوتا ہے، اسی ذہنی سر حشمت سے اس کی زندگی کی ساری نہریں پھوٹتی ہیں، اور ان کے رخ تعمین ہوتے ہیں، معاشرت و معاملات اخلاق و اجتماع، سیاست و آئین، علم و فلسفہ، تہذیب و شاستری عرض اندرونی و بیرونی زندگی کے تمام مناظر و منظاہر اسی بنیادی تصور کا عکس ہوتے ہیں، اگر آپ کو معلوم ہے کہ کسی قوم یا تمدن نے مندرجہ بالا سوالات کے جواب کا فلاں پہلو اختیار کیا ہے تو آپ اس کی زندگی کے نقشے کے تمام خانے از خود بھر سکتے ہیں، یا اگر آپ کی کسی قسم کی زندگی اور کسی تمدن کی خصوصیات پر گہری نظر ہے، تو آپ صحیح طور پر تشخیص کر سکتے ہیں کہ اس نے جواب کا کون سا پہلو اختیار کیا ہے۔

یہ سوالات انسان کی فطرت کے سوالات ہیں، اس لئے انسان کی فطرت کی طرح ان کی تاریخ بھی قدیم ہے، دنیا کے ہر دور میں یہ سوالات پیدا ہوئے

اور ان کا جواب دیا گیا اور انہی جوابات پر مختلف انسانی فلسفے، تہذیبیں، اور نظام حیات قائم ہوئے، جن کی تاریخیں ہم پڑھتے ہیں، اور اکثر ان کی بالائی سطح اور اس کے ظاہری نقش و نگار سے اس کی فرصت نہیں ہوتی کہ ہم ان کے عناصر ترکیبی کا تجزیہ کریں اور ان کا وہ مزاج معلوم کریں، جس کی وجہ سے وہ دوسرے تدوینوں سے متاز ہیں۔

ہم کو اس موقع پر یہ دیکھنا ہے کہ ان سوالات کے حل کے ہمارے پاس کیا ذرا بھی ہیں، اور ان سوالات کو کس کس طرح حل کیا گیا ہے، اس سلسلہ میں ہم کو سب سے پہلے اپنی قوتوں کا جائزہ لینا ہوگا، جن سے ان سوالات کے جواب میں ہم بظاہر مدد لے سکتے ہیں۔

## جواب کے وسائل اور ان کی علمی تنقید

### حوالہ

علم حاصل کرنے کے لئے ہمارے پاس قدرت کا سب سے بڑا اور عام عطیہ یہ حواس خسرو ہیں، جن کے ذریعہ ہم لفظی علم حاصل کر سکتے ہیں، بہت سے ہمارے حواس کو حصول علم کا ایک مشتبہ ناقابل اعتماد اور کمزور ذریعہ مانتے ہیں، استر ہوں صدی کا ایک عالم بکو لاس ملیبرانش (NICOLAS MALEBRANCHE) (م ۱۶۴۷ء) اپنی کتاب "جستجو لے صداقت" (RECHERCHE DE LA VERITE) میں لکھتا ہے:-

"غلطی کا ایک بڑا مخدوش غلطیقین ہے کہ حواس جو حقیقت میں ہم کو محفوظ ملی اخراج کے لئے عطا ہوئے ہیں، ماہیت ایسا کہ ہم پر نکشف کر سکتے ہیں"۔

مونٹین (MICHEL DE MONTAIGNE) (م ۱۵۸۰ء) لکھتا ہے:-

"انسان کا علم بہت ناقص ہے، اس کے حواس میزیریقینی اور خط پذیر ہیں، ہم کبھی نہیں کہہ سکتے کہ انہوں نے حقیقت کو ہمارے سامنے پیش کیا، حواس کو دنیا ایسی ہی معلوم ہوتی ہے، جیسی ان کی فطرت و حالت ہے"

اور اک حقیقی میں قادر ہی اشیا نہیں بلکہ معنی آلات جس کی کیفیت نظر ہوتی  
ہے جو اس پر تینی کرنے کے لئے ہمارے پاس ایک اور ہونا چاہئے جو ان کی  
تصدیق و تکذیب کر سکے اور پھر اس آرکی جانچ کے لئے ایک اور اک ہونا  
چاہئے، اسی طرح پسلسلہ خیرت اسی ہو گا ۱۷

پھر بھی چونکہ محسوسات سے زیادہ بدیہی اور قطعی معلومات ہم کو میرنہیں آ سکتے  
ہم نے انہی حواس کے ذریعہ اس عالم کو دریافت کیا، اور اس سے تعلق پیدا کیا ہے،  
اس کے بہت سے طبیعی قوانین اور ظواہر معلوم کئے ہیں، ہمارے پاس مناظر و مریات،  
سمو عات اور دوسرے محسوسات کا ایک بڑا خزانہ ہے اس لئے ہم کو مندرجہ بالا  
سوالات پر پھر ایک بار نظر ڈالنی چاہئے، اور ایک ایک سوال کو اپنے حواس کی قوت  
سے حل کرنا چاہئے!

لیکن کیا ہم ایسا کر سکتے ہیں؟ پہلے ہی سوال کو لیجئے، ہم کہاں سے آئے اور کہاں  
جائیں گے؟ یعنی اس عالم کا آغاز و انجام کیا ہے؟ کیا ہماری آنکھیں، ہمارے کان،  
ہماری قوتِ لامسہ، ہماری قوتِ ذائقہ اور قوتِ شامہ اپنی صحت اور طاقت کے  
باوجود اس بارے میں ہماری کوئی رہنمائی کر سکتی ہے؟ ہم دیکھتے ہیں کہ ہم حواس کے  
ذریعہ صرف اتنا ہی معلوم کر سکتے ہیں کہ ہم اس وقت کہاں ہیں، ہماری یہ تمام طاقتیں  
اس کے آگے اور پچھے ایک خاص صدر پر جا کر ٹھہر جاتی ہیں، اور ان سرحدوں کو پار نہیں  
کر سکتیں، جو نظرت نے قائم کر دی ہیں، ہم ایک خاص حد کے آگے دیکھو نہیں سکتے۔

ایک حد تک ہماری قوت ساعت کام کرتی ہے، دوسرے حواس کی طاقتیں ان دو سے بھی زیادہ محدود ہیں، اس زندگی کے بعد کوئی زندگی ہے یا نہیں؟ ہمارے حواس نہ اس کا اشتات میں جواب دے سکتے ہیں ذلیقی میں اس لئے کہ یہ حواس خود اس زندگی کے پابند اور اس کی حد کے اندر محدود ہیں، اس کے باہر کسی چیز پر وہ کوئی موافق یا مخالف حکم نہیں لگا سکتے، اور اس کی ان سے نہ تصدیق ہو سکتی ہے، نہ تکذیب، ان کی بنابری زیادہ سے زیادہ اس کے محسوس ہونے کا انکار کیا جاسکتا ہے، موجود ہونے کا انکار نہیں کیا جاسکتا، لیکن کیا محسوس اور موجود ایک چیز ہے؟ اور بہ محسوس نہیں وہ موجود ہی نہیں کیا روزمرہ کی زندگی میں ہمارا اسی پر عمل ہے جس کو ہم محسوس نہیں کرتے اس کو موجود بھی نہیں مانتے، یقیناً نہیں اگر ایسا ہوتا انسان اور جانور میں کوئی فرق نہ رہے اور علم و تدبر کی ساری عمارت منہدم ہو جائے ॥

بس جب اس زندگی کا ہم اپنے حواس کے ذریعہ سرے سے اور اک ہی نہیں کر سکتے تو اس کی مزید تفصیلات و کیفیات کا علم کیا حاصل کر سکتے ہیں۔

اسی طرح یہ سوال کہ یہ عالم بھیتیت مجموعی کیا ہے، حواس کے لئے ناقابلِ عمل ہے، حواس اس عالم کے کسور و اجزا کو معلوم کر سکتے ہیں، اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس عالم کے صد ہا کسی کسور و اجزا، حواس کے تحت میں آ سکتے ہیں اور ہم اپنے حواس سے ان کو محسوس کر سکتے ہیں، لیکن کیا ہمارے حواس ہم پر ان منتشر اجزا کے باہمی ربط کو بھی مشکفت کر سکتے ہیں، جو ان کو مزبور کر کے لیکن تناسب و متوازن مجموعہ کائنات بنانے ہوئے ہے اور پھر اس ربط و ہم اہنگ کا حقیقی سبب اور اس عالم کا مرکز اصلی بھی دریافت کر سکتے ہیں، جہاں سے اس کو زندگی، طاقت، اروشی، متصفاً و غاصب میں اجتماع، اور منتشر اجزا میں منضبط و نظام حاصل

ہوتا ہے، اسی طرح ہم اپنے حواس کے ذریعے صرف توانیں طبعی کا تھوڑا بہت علم حاصل کر سکتے ہیں، اس لئے کہ ان کے بہت سے آثار و نتائج ہم اسے مشاہدہ اور حس میں آتے رہتے ہیں، اور ان میں سے بہت سی چیزیں ہم اسے لئے بدی ہیں، آگ کے متعلق ہمارا روزمرہ کا تجربہ ہے کہ وہ جلاتی ہے، پانی کے متعلق ہم جانتے ہیں کہ وہ پیاس بھاتا ہے، زہر کے متعلق ہمارا مشاہدہ ہے کہ وہ قاتل ہے، لیکن اخلاقیات کے متعلق ہمارا یہ مشاہدہ اور تجربہ نہیں ہم جس طرح اپنی قوت لامس سے آگ کی تپش معلوم کرتے ہیں، اور اس کے جلانے کی طاقت کو اپنے حواس سے جانتے ہیں، اسی طرح ظلم کے نقض ان اور اس کی خرابی کو اپنے ظاہری حواس سے نہیں معلوم کر سکتے، مجموع اور خیانت اور دوسرا سے اخلاقی جرائم کے قبیح کا ہم محض حواس سے اور کہ نہیں کر سکتے، اس کے لئے ایک اخلاقی وجدان یا ندہبی ایمان کی ضرورت ہوگی، اس سے ہم کو جو قلبی احساس حاصل ہوگا، وہ آگ کی تپش یا ہاتھ کی سوزش سے مختلف ہوگا۔

اسی طرح انسان کے متعلق جہاں تک ہمارے حواس ظاہری کا تعلق ہے، ہم یہی محسوس کر سکتے ہیں کہ وہ آزاد و خود مختار ہے، وہ کسی غیر انسانی عدالت یا حکومت کے سامنے جواب دہ اور ذمہ دار نظر نہیں آتا اس میں اور دوسرا سے جانوروں میں اس کے سوا اور کوئی فرق محسوس نہیں ہوتا کہ وہ ایک بوئنے والا جانور (حیوان ناطق) ہے، اور ایک ترقی یافتہ قسم کا چوند ہے، اس کا کمال مطلوب اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے حیوانی تقاضوں کو اپنی انسانی ہنسز مندی کے ساتھ زیادہ سے زیادہ پورا کرے۔

یہ ہمارے حواس ظاہری کا طبعی عمل اور اس کے طبعی نتائج ہیں، ابھی میں یعنی

نہیں کروں گا کہ ان جو اس پر اعتماد کر کے اگر ہم محسوسات ہی پر اپنی زندگی کی عمارت تعمیر کریں تو وہ عمارت کیسی ہو گی، اور اس کی بنیاد میں کون سی خرابیاں ہوں گی، اور اس کی دلیواری میں کہاں تک کجھی ہو گی۔

## عقل

جانوروں کے مقابلے میں انسان کا بوجو کچھ امتیاز ہے، وہ عقل کی وجہ سے ہے، یہ سائل تمام تر انسان کے تھے، اس لئے ہم دیکھتے ہیں کہ کیا عقل انسانی سے انسانی زندگی اور کائنات کے اس معنے کو حل کر سکتے ہیں۔

عقل کا خود عقل پر بوجو کچھ رعب ہے، اس سے آزاد ہو کر اگر ہم عقل کی عقلی تقدیریں کریں تو ہم کو معلوم ہو گا کہ عقل اپنا طبعی فریضہ انجام دینے میں تباہ کافی نہیں، اس کو اپنے علاوہ اپنے سے کمزور چیزوں سے مدد لینی پڑتی ہے، کسی الیسی چیز تک پہنچنے میں، جس کو وہ ابھی تک نہیں جانتی، ان معلومات سے کام لینا پڑتا ہے، جو اس کو پہلے سے حاصل ہوتے ہیں، یہ مقدمات محسوسات ہی ہوتے ہیں، تمام معمولات کی تخلیل و تجزیہ کیجیے گا، اور عقل کا دسچیپ اور طویل سفر نامہ سننے کا تو معلوم ہو گا کہ حقائق کی ان نئی نئی دنیا کوں تک پہنچنے اور لا علمی کے ان بڑے بڑے سمندروں کے عبور کرنے میں اس کا ذریعہ سفر وہی حقیر محسوسات اور ابتدائی معلومات تھے، جو بلا کسی عقلی ترتیب کے اس عظیم انشان نتیجہ تک نہیں پہنچا سکتے تھے۔

بس جہاں انسان کے جو اس کام نہ کر سکتے ہوں، جہاں اس کے پاس معلومات کا کوئی ذخیرہ نہ ہو، جس کے مصادی سے بھی وہ خالی الذهن ہو، وہاں اس کی عقلی سی طرح

بے بس ہوتی ہے، جس طرح انسان کشتم کے بغیر سند رکھ جو بنہیں کر سکتا اور طیارہ کے بغیر ہوا میں اڑ نہیں سکتا۔

آپ اس کا تجربہ کر سکتے ہیں، ایک ذہین آدمی جو ریاضی کے ابتدائی اصول سے واقف نہ ہو، اور اوتک اس کو معلوم نہ ہوں وہ فطرت انداخواہ لکھتا ہی ذکر ہو، ریاضی کا کوئی پیچیدہ سوال حل نہیں کر سکت کوئی غیر معمولی ذہین انسان اقليدیس کے اصول و صوندہ کی واقفیت کے بغیر کوئی شکل اثابت نہیں کر سکتا، جس شخص کسی زبان کی حروفتی (ALPHABET) نہیں سمجھے، وہ ہزار عقول و قیاس سے کام لے اس زبان کی ایک سطرنہیں پڑھ سکتا جس شخص کو کسی زبان کے مفردات بھی معلوم نہیں، وہ اس زبان کی کوئی جبارت شخص اپنی ذہانت عام یا قیاس سے نہیں سمجھ سکتا، اسی طرح ہر فتن اور علم کے مبادی قیاس کر سمجھے۔

اب مندرجہ بالا سوالات کو سمجھئے، ان تمام سوالات کا تعلق تمام ترمابعد الطبيعتاً سے ہے، عالم کے آغاز و انجام، زندگی بعد الموت بحوزہ کائنات، خالق و مدبر کائنات، اس کی ذات و صفات، اس کی نشر و تخلیق، قوانین اخلاقی، منصب انسانی، ان میں سے کون سی ایسی چیز ہے، جس کے متعلق ہم کچھ بھی معلومات اور تجربہ رکھتے ہیں، یا جن کے علم کے مبادی بھی ہم کو حاصل ہیں یا حاصل ہو سکتے ہیں، ان تمام مسائل میں ہوا اس کی طرح عقل کی بھی معقول پوزیشن یہ ہے کہ وہ ایک غیر جانبدار فرقہ کی طرح سکوت اختیار کرے، اس کو نہ اس کی طاقت ہے کہ وہ حصن اپنے زور پر ان مسائل کو ثابت کرے یا ان کی تشریح کرے، نہ قانوناً اس کو یہ حق ہے کہ وہ اپنی نارسانی کی بنابر ان کا انکار کر دے، جس طرح ایک نابینا کو اس کا حق نہیں کہ ایک بینا کے مشاهدات

تجربات کی اپنے نہ دیکھنے کی بنا پر تردید کرنے لگے، وہ زیادہ سے زیادہ اپنے مثال برہ اور روئینت کی نفی کر سکتا ہے، مزید برا آس کو یہ بھی حق نہیں کہ وہ اس کے چشم دید بیانات کی تشریح و تفصیل کرنے لگے، اس لئے کہ اس کے لئے اس کا بھی کوئی امکان نہیں۔

لیکن انسان کی فطرت غیر قانون اور تجسس واقع ہوئی ہے، کچھ اپنے اس فطری تجسس کی بنا پر اور زیادہ تر برعیان عقل کی خود فریبی کی وجہ سے اس نے ان سائل میں جستجو شروع کی، اور اپنے عقل و فہم اور وطن و قیاس سے ان کے جوابات دیئے، ان کی تفصیلات طے کیں، ان قیاس آرائیوں اور موشکانیوں کا نام فلسفہ ہے۔

## فلسفہ

ایک سلیم الفطرت طالب علم کے لئے علوم انسانی کی پوری تاریخ میں کوئی علمی اکشاف نہیں اس درجہ حریت انگریز نہ ہوگا، جتنا یہ اکشاف، کہ تقریباً ڈھالی ہزار سال تک متواتر فلسفہ جیسے علم نے جس کو بنی عرقل واستدلال ہونے کا دعویٰ ہے، اور جس کی بنیاد اصول منطق پر ہے، ایسے سائل سے بحث جاری رکھی جس کے مبادی اولیہ بھی اس کو حاصل نہ تھے، اور نوع انسانی کے لائق ترین افراد اس طویل مدت تک ایسی منزل کے پہنچ پہنچ گردان رہے، جس کا نشان راہ بھی ان کو حاصل نہ تھا، خدا کی ذات اور اس کی ماہیت، خدا کی صفات اور ان کی حقیقت ان کا ذات سے تعلق اور نسبت، ان صفات کا طریق ظہور، افعال خدا و ندی کا

---

لئے سفر اکاسن وفات لٹکتے ق.م۔ ہے، اور فلسفہ کا وجود اس سے قبل ہو چکا تھا۔

صدور اور ان کی کیفیت، عالم کا حدوث و قدم حیات بعد الموت اور دوسرے الہیاتی اور با بعد الطبعی مسائل کے بارہ میں انھوں نے اس وثوق و تکمیل اس تفصیل و تدقیق سے بحث کی، جو صرف ماہر کیمیا، اپنے کمیا وی تجزیوں اور تحلیل و تجزیہ کے بعد کر سکتا ہے۔ یہ امر بھی کچھ تجھب خیز نہیں کہ فلسفہ کی اس طوبی زندگی میں ہر قسم کی آزادانہ تنقید کے باوجود بہت کم لوگوں نے اس غلط روی کا احساس کیا، اور ان کو اس اصولی علمی کا تنبیہ ہوا، اسی طرح فلسفہ کے اس عظیم اشان کتب خانہ میں شاذ و نادر ایسے فلاسفہ کے نام لئتے ہیں، جنھوں نے اس طریقے کار کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی، اور اگر صدیوں میں چند اشخاص نے یہ آواز بلند بھی کی تو اس نقار خانہ میں یہ صدائے طویل سنی نہیں گئی، اور اس سے فلسفہ کے اس مشغله باد پیاسی میں کوئی فرق واقع نہ ہوا۔ امام غزالی رحمۃ الشریعۃ عقل کے حدود سے بخوبی واقف ہیں، اور فلسفہ کی اسی بے لبی نے ان کو تصور اور مشاہدہ حق کی طرف مائل کیا، انھوں نے اپنی کتابوں میں جا بجا تصریح کی ہے کہ فلاسفہ کے الہیاتی علوم و مسائل بخلاف ان کے طبیعی و ریاضی علوم کے محض تختینات ہیں، جن کی کوئی اساس نہیں "تہافت الفلاسفہ" میں لکھتے ہیں، یہ "وَانْهُمْ يَعْلَمُونَ بِظَاهِرِ وَتَخْمِينِ مِنْ غَيْرِ تَعْقِيقٍ وَبِقَيْنِ" لیکن تجھب ہے کہ اسی کتاب میں جس کا موصوع فلاسفہ کے الہیاتی آراء و افکار کی تروید ہے، اسی علمی بے بنیادی کو اپنی تروید کا اصول قرار نہیں دیا بلکہ اس کے تناقض و اختلاف اور ان کی عقولی دلائل کی کمزوری پر اس مخالفت کی بنارکھی ہے۔

عربی فلسفہ کے دو دین دوسرے عالم جس نے اس نکتہ کو بخوبی سمجھا اور فلاسفہ کی اس علمی بے بعضاً عین کو اس نے اچھی طرح محسوس کیا، ابن خلدون (۸۰۰-۹۰۰ھ) ہے جو تکمیلی اصلاح

میں کوئی مشہور مابعد الطیبی فلسفی تو نہیں ہے، مگر وہ حکیم ہے جو قدرت کی طرف سے  
ساننفک دیاغ لے کر آیا تھا، اور جس کا ذہن سلیمان کو بیٹیرا ہی اور فرضی چیز قبول نہیں  
کرتا، اس نے اپنے مشہور مقدمہ میں تنقد و جگہ فلسفہ پر اسی اصول سے تنقید کی ہے،  
(ملاظہ ہو فلسفہ پر تبصرہ ص ۲۷) عقل کی حدود سے بھی وہ واقعہ ہے اس موقع پر  
نامناسب نہ ہو گا کہ اس کا ایک اقتباس ملشی کر دیا جائے۔

”اپنے ذہن کے اس دعوے پر بھی اعتباً نہ کرنا کہ وہ کائنات اور ایسا باب کا انتہا  
کا احاطہ کر سکتا ہے، اور پورے وجود کی تفصیل پر اس کو قدرت ہے، یاد رہے کہ  
صاحب اور اک کے نزدیک وجود اس کے ذاتی مددکات کا نام ہے، وجود کو وہ ان  
میں محصر پاتا ہے، اور اس کے باہروہ وجود کو یقین نہیں کرتا، حالانکہ یہ بات حقیقت  
نفس الامری کے بالکل خلاف ہے، بہرے آدمی کے نزدیک وجودیک و وجود محسوسات ارباب اور  
معقولات کے دائرہ کے باہر پایا نہیں جاتا، اس کے نزدیک مسموعات موجودات  
کی فہرست سے بالکل خارج ہوتے ہیں، نابینا کے نزدیک مریّات کا عالم میں وجود  
ہی نہیں ہوتا، اگر ان معذوروں کو اپنے زمانہ کے معقولوں لوگوں اور ایک جم غیر کے  
کہنے کا اعتبار نہ ہوتا وہ ان موجودات کے وجود کی بھی تصدیق نہ کریں، وہ تصدیق  
کرتے بھی ہیں تو یہ ان کی فطرت کا تقاضا اور ان کے اور اک کی شہادت نہیں  
ہوتی، اگر بے زبان جانور اپنا خیال ظاہر کر سکتا اور لوٹا تو ہم سنتے کہ وہ معقولات  
کا کلیتہ منکر ہے، اور اس کے نزدیک ان کا قطعاً وجود نہیں، اس بنا پر کیا عجب  
ہے کہ ایسے بہت سے مددکات پائے جاتے ہوں جن کے اور اک کے لئے ہمارے  
پاس کوئی آر نہیں، اس لئے کہ ہمارے یہ اور اکات محدود لوار حادث ہیں اور خدا کی

قدرت اور اس کی مخلوقات اس سے کہیں زیادہ وسیع، وجود کا دائرہ اس سے کہیں زیادہ فراخ اور انتہا کا احاطہ سب کو شامل ہے، لیکن اپنی قوت، ادراک کی وسعت اور اپنے مذکرات کی تعداد پر ہمیشہ شبہ کرو، اور شریعت الہی کی تعلیمات پر اعتماد رکھو اس لئے کہ اس کو تمہاری سعادت کا تم سے زیادہ خیال اور تمہارے منافع کا تم سے زیادہ علم ہے، اس کی منزل تمہاری منزل علم سے کہیں بلند اور اس کا دائرة تمہاری عقل کے دائیرہ سے کہیں زیادہ وسیع ہے، لیکن اس واقعہ سے عقل اور اس کے مدارک پر کوئی حرمت نہیں آتا، عقل ایک صحیح ترازو ہے، اس کے فیصلے حقیقی ہیں، جن میں کوئی بھوٹ نہیں، لیکن تم اس ترازو میں امور توحید امور آخرت، حقیقت، نبوت، خلقانی صفات الہی اور وہ تمام امور و خلقانی جو اور اعقل میں، توں نہیں سکتے، یہ لا حاصل کو شیش ہو گی، اس کی مثال ایسی ہے کہ ایک شخص نے ایک ترازو دیکھی جو سونے کا وزن کرنے کے لئے ہے، اس کو اسی ترازو... میں پہاڑوں کے تولے کا شوق پیدا ہو گیا، جونا ممکن ہے، اس سے ترازو کی صحت پر کوئی حرمت نہیں آتا، لیکن اس کی کنجالش کی ایک حد ہے، اسی طرح عقل کے عمل کا بھی ایک دائیرہ ہے، جس سے باہر وہ قدم نہیں نکال سکتی، وہ اس اور اس کے صفات کا احاطہ نہیں کر سکتی، اس لئے کہ وہ اس کے وجود کا ایک ذرہ ہے۔<sup>۱۶</sup>

علم اسلام میں امام ابن تیمیہ (۷۲۰ھ) نے اس کی طرف اپنی کتابوں میں جا بجا اشارات کئے ہیں، اور علم کلام کے مباحثت میں اس حقیقت کو بار بار واضح کیا ہے، انہوں نے منتقلیین اسلام کی اصولی اور فروعی غلطیوں کی بڑی جرأۃ و بے باکی کے ساتھ تردید کی۔ فلسفہ کے دور آخر میں حقیقت میں جس فلسفی نے اس خود فربی کا پر رہ چاک کیا اور فلسفہ کے اس خیالی ظلم پر سب کاری ضرب لگائی، وہ جرمی کا نقاد عالم ایکنیوں کا (۱۴۷۹ء/۱۸۱۲ء)

ہے ابھی نے عقل کی صدروں کی سب سے زیادہ جرأت اور وضاحت کے ساتھ تعمین کی اور جس کی تنقید عقل خالص (CRITIC OF PURE REASON) نے (ڈاکٹر سر محمد اقبال کے الفاظ میں) روشن خیالوں کے کارناموں کو خاک کا ڈھیر بنا دیا۔

### مذہبی فلسفہ

نا انصافی ہو گی اگر ہم اس موقع پر اس فلسفہ پر تنقید نہ کریں، جو فلسفہ کے مقابلہ میں مذہب کی حمایت کے لئے وجود میں آیا، لیکن وہ خود فلسفہ نہ تھا، وہی اس کا موضوع، وہی طرق بحث و استدلال اور یہی بنیادی فکر (کہ ذات و صفات الہی اور ما وراء عقل مسائل کو عقل سے ثابت کر سکتے ہیں) غرضِ دونوں میں انتہائی اختلاف و مقابله کے باوجود بنیادی اتحاد موجود ہے، اس مذہبی فلسفہ سے ہماری مراد علم کلام ہے، جس نے ان الہیاتی اور ما بعد الطیبی مسائل میں ہی تحلیل و تدقیق سے کام یا اور وہی مونگانیاں کیں جو فلسفہ نے کی تھیں، اگرچہ دونوں کے تباہ فکر اور مقاصد ایک دوسرے سے بالکل مختلف تھے۔

اس سلسلہ میں یہ واقعہ سامعین کے لئے دچکپ ہو گا کہ جس وقت یہ مذہبی فلسفہ فلسفے کے مقابلہ میں میدان میں اڑا اور اس نے فلسفہ ہی کے ہتھیاروں سے فلسفہ پر حملہ کیا تو بعض فلسفہ نے اس حملہ کا جواب اس ہتھیار سے دیا، جو دراصل فلسفہ کے مقابلہ میں استعمال کیا جاسکتا تھا، اور جو اس کے مقابلہ میں سب سے زیادہ کاری اور موثر ہتھیار تھا، اور جس کو «علم کلام» غالباً جنگ کے انہماں اور سوال و جواب کے شور میں بالکل بھول گئے، یعنی «عقل انسانی کی تحدید اور فدائی علم کی تنقید» یہ جب انگریز امریکہ کے تکلیفیں کو فلسفہ کی زبان

سے یہ سن کر بھت پڑھنہیں ہوا اور اس اصولی بحث کو چھوڑ کر صدیوں تک فلسفیین جزوی سائل اور ضمنی مباحثت پر درست و گردبیاں رہے۔

بہر حال بعض فلاسفہ کی زبان سے اس صد آکا بلند ہونا خواہ وکٹنی پست ہو اور کتنی دیر کے بعد بلند ہوئی ہو بہت غصیت ہے۔

امام عزیزی نے فلسفے سے سیری اور بے اطمینانی کے بعد اس کی ترویج میں ایک کتاب لکھی جس کا نام "تهاافت الفلسفہ" ہے جس نے فلسفہ کے حلقوں میں خامی بے اطمینانی پیدا کی، تااضنی ابن رشد نے (جس کی وفات امام عزیزی کے ۹۰ برس بعد ہوئی) جو مسلمانوں کے درمیں فلسفہ یونان کا زبردست وکیل اور فلسفہ ارسطو کا سب سے بڑا حامی ہے اپنے گروہ کی طرف سے اس کتاب کا جواب "تهاافت التهاافت" کے نام سے لکھا ہے اس میں ایک موقع پر امام عزیزی کے ان فلسفیات مباحثت اور تصریحات کے خلاف احتیاج کرتے ہوئے لکھتا ہے:-

وهدذا لکھ عندي تعذر على  
الشريعة وغض عمالم تامر  
به الشريعة تكون قوى البشر  
مقصرة عن هذا، وحالك ان  
ليس كل ما سكت عنه الشرع  
من العلوم يجب ان يغتص  
عن ويصبح للجم هو رب ما لدى  
الى النظرات من عقائد الشرع

میرے نزدیک (عزیزی کی) یہ ساری بحث  
و تصریح (شریعت کی حدود سے تجاوز  
ہے اور ایسے سائل کی تحقیق ہے جس کا  
شریعت نے کلم نہیں بدیا اس لئے کہ  
تو اے انسانی اس تحقیق سے عاجز ہیں  
شریعت نے جن باتوں سے سکوت کیا  
ان کا تحقیق کچھ ضرور نہیں اور اپنے خود  
فکر کے بعد آدمی جن تجویز پہنچتا ہے

فانه میولد عن ذلک مثل  
جهور کے لئے پھر بھ کروہ شریعت  
کے مقامیں سے بچپن مناسب نہیں  
اس سے زبردست خرابی اور انتشار  
پیدا ہوتا ہے پس جن مسائل و مصائب  
سے شریعت نے سکوت کیا، ان سے  
سکوت ہی کتابا چاہے اور جہور کو بتلادیں  
چاہئے کہ عقول انسانی ان مسائل میں  
خوز کرنے سے عاجز ہیں۔

نکلیمین کی تردیدیں اس نے جو کتاب "الکشف عن مناہج الادلة في عقائد الملة"  
کے نام سے کھمی ہے، اس میں علم کلام کے طرز استدلال کے مقابلہ میں بڑی قوت کے ساتھ  
قرآنی استدلال کی قوت اور برتری کو ثابت کیا ہے، جو اس کی سلامت فہم کا اچھا  
نمودنہ ہے اسی وجہا جا ان مسائل و امور کے پوری طرح سمجھنے سے "جهور" کی بے بسی کا اظہار  
کیا ہے۔

ہمیں ابن رشد کی اس رائے سے کلیہ اتفاق ہے کہ انسانوں کے قویٰ اور ان کی  
عقلیں ان مسائل کی تحقیق اور ان میں غور و فکر کرنے سے عاجز ہیں، لیکن ہم فلاسفہ کو  
انسان ہی سمجھتے ہیں، اور ہمارے نزدیک افلاطون، اوارسطو، فارابی، وابن سینا اور  
خود ابن رشد نواع انسانی ہی کے افراد تھے۔

ان مذہبی فلاسفہ میں سب سے زیادہ "روشن خیال" اور عقل پرست مختزل کا

لہ تہافت التناقض ص ۱۱

گروہ تھا جنہوں نے خدا کو انسان پر اور عالم آخرت کو دنیا پر کامل طور پر قیاس کر کے انسان کے احکام اور اس دنیا کے قوانین کی رو سے آزادانہ بحث کی اور عقل کے حدود کو مطلق نظر انداز کر دیا، غائب اعلیٰ عقليت کے دو داوی میں یہ خاصی رہا کرتی ہے، ایک معاصر عالم فلسفہ اور سیم الہم ناقد اور سورج ہو خود محتزلہ کاملاً ح اور ان کی علمی خدمات کا معزیز ہے، ان کی اس کمزوری پر منصفانہ اظہار خیال کرتا ہے:-

”غائب ان کا کمزور پوائنٹ یہ ہے کہ انہوں نے غائب کو موجود پر قیاس کرنے میں حصہ تجاوز کیا، انہوں نے اثر تعالیٰ کو پورے طور پر انسان پر قیاس کیا، اور اس کو اس عالم کے قوانین کا تابع بنادیا، انہوں نے اثر کے ذمہ دہل کو اسی طرح واجب قرار دیا، جیسا کہ انسان دہل کا تصور رکھتا ہے، اور جیسا دہل کا دنیا وی نظام ہوتا ہے، انہوں نے اس کو نظر انداز کر دیا لکھ دہل خود دنیا میں ایک نسبی چیز ہے، جس میں زمانہ کے تغیر کے ساتھ تغیر موقتاً ہوتا ہے، قرون وسطیٰ میں جو دہل شارہوتا تھا، آج وہ ظلم سمجھا جائے گا یہ تو خود اس دنیا کا حال ہے، پھر جایکہ ہم عالم انسانی سے عالم الہی کی طرف منتقل ہو جائیں، اسی طرح حسن و تبیح مناسب اور مناسب تر (صلاح و اصلاح) کے بارے میں ہم دیکھتے ہیں کہ انسان کی نظر جب حدود ہوتی ہے، تو ایسا کے متعلق اس کا فیصلہ دوسرا ہوتا ہے، جب اس کی نظر دیکھ ہو جاتی ہے تو اس کا فیصلہ کچھ اور ہوتا ہے۔“

اسی طرح ان کی یہ بحث کو صفات الہی میں ذات ہیں یا غیر ذات،

لہ استاد احمد امین الحمید کیتہ الاداب جامعہ مصریہ۔

ان کے تمام دلائل نامہ کے حاضر پر قیاس پرستی ہیں، لیکن واقعیت ہے کہ دونوں میں مشابہت کی کوئی پیشہ نہیں، انہوں نے فرض کریا کہ عینیت و خیریت، زانیت و مکانیت، سبیت و سبیت، وجیہہ ہر موجود کے لئے لازم ہیں، میری رائے میں یہ بات بالکل غلط ہے، اس لئے کہ واقعیت یہ انسانی قوانین ہیں یا اگر ہم ذرا رعایت سے کام لیں تو ہم کہیں سمجھ کریں ہمارے عالم کے قوانین ہیں، ہم یہ دعویٰ نہیں کر سکتے کہ یہ قوانین ہمارے اس عالم کے علاوہ دوسرے عالم پر بھی منطبق ہوتے ہیں یا منطبق نہیں ہوتے تو اثر کے بارے میں حکم لگانا اس اعتقاد پر کہ یہ انسانوں کے عام قوانین ہیں ایک جسامت ہے جس کو وہ عقل گوارا نہیں کرتی، جو اپنی اندازہ دان ہے اور جو اپنی حد سے تجاوز نہیں کرتی اور یہ صرف مفتراء ہی کا عین نہیں بلکہ یہ ان کے بعد کے آنے والے علاوہ کلام کا بھی عیب ہے۔

## اشراق

عقلیت و فلسفہ کے مقابلہ میں ایک قدیم تحریک اسکے اشراق دروختانیت ہے جس کے قدمی زمانہ میں مصر و ہندوستان بہت بڑے مرکز تھے، اشراق نماہب کے اثر اور صریوں کے اختلاط کی وجہ سے حد سے بڑھی ہوئی عقل پرستی کے خلاف ایک طبعی رو عمل کے طور پر پر تحریک یونان و روم میں بھی مقبول ہوئی، لیکن اس کا سب سے بڑا مرکز جس نے اس کو بڑا فروغ دیا، اسکندریہ تھا، جو اشراقی و مغربی عقلیت و نماہب کا سب سے بڑا

عقل اور خود مصروفی واقع تھا۔

اس تحریک و نظام کا بنیادی اصول یہ ہے کہ حق اور یقین کی دریافت کے لئے حواس، حقل، علم، قیاس، استقراء، برہان و استدلال، تحلیل و منقید قطعاً مفید نہیں، بلکہ مضر ہیں، صداقت و حقیقت کے یقینی حصول کے لئے مشابہ شرط ہے اور یہ مشاہدہ صرف نور باطن، صفائی نفس اور ایک ایسے اندر ونی حاصلہ کو بیدار کر دینے سے ممکن ہے، جو روحا نیت اور ماوراء طبیعت کا اسی طرح اداک کرتا ہے، جس طرح یہ ظاہری آنکھیں ظاہری چیزوں کا اداک کرتی ہیں، اور یہ حالتہ اسی وقت بیدار ہو سکتا ہے، جب مادیت کو بالکل فنا اور حواس ظاہری کو مردہ کر دیا جائے احتناق کی تحصیل اسی خالص و بے آمیز عقل (حکمت اشراق) اور اسی اندر ونی روشنی (نور باطن) سے ممکن ہے، جو ریاضتوں، نفس کشی، اور مرائبہ و تفکر سے پیدا ہوتی ہے۔ درحقیقت فلسفہ اور اشراق میں اسی طرح ایک ہی روح اور ایک ہی ذہنیت کام کرتی ہے، جس طرح فلسفہ اور علم کلام میں دونوں حقیقت کو معلوم کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اور دونوں اس کا یقین رکھتے ہیں کہ ہم از خود اپنی کوشش سے اس کو معلوم کر سکتے ہیں، بلکہ دراصل حواس فلسفہ، اور اشراق سب کی منزل ایک ہے، راہیں مختلف ہیں، ایک زمین پر چل کروہاں تک پہنچنا چاہتا ہے، ایک ہوا میں اڑ کر اور ایک کسی مخفی زمین دوز راستہ سے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ مادیات سے پرے ایک ایسی اقلمیم ہے، جہاں حواس ظاہری کا گزر نہیں، اور اس میں شبہ نہیں کہ انسان کے پاس ایسی باطنی طاقت اور اندر ونی حاصلہ ہے، جس کو اگر وہ بیدار کر لے اور ترقی دے تو اس اقلمیم کے بہت سے

عجائب اور موجودات کا دراک کر سکتا ہے، جن کا دراک کسی حاسہ ظاہری سے ممکن نہیں۔

لیکن اس کا حاصل کیا ہوا؟ ان حواس ظاہری کے علاوہ ایک حاسہ باطنی کا ثبوت اور ایک ایسے عالم کا ثبوت جہاں کے حقائق و اسرار کا دراک حواس خرے سے ممکن نہیں۔

ہم کہتے ہیں کہ یہ بالکل صحیح ہے کہ یہ مزید حاسہ موجود ہے بلکہ ممکن ہے کہ ایسے اور دوسرے حواس بھی ہوں، اسی طرح یہ بھی صحیح ہے کہ اس عالم کے علاوہ اور دوسری اقلیمیں بھی ہوں، جن کے علم و دراک کے لئے انہی سے مناسبت رکھنے والی توقیں درکار ہوں۔

لیکن یہ ہر حال ایک انسانی حاسہ ہی ہے، اسی طرح کمزور اور محدود جس طرح دوسرے حواس اسی طرح خطاب پذیر اور متاثر ہونے والا جس طرح انسان کی ساری طاقتیں اور انکشافت علم کے سارے ذرائع، اس کا کیا ثبوت ہے کہ یہ حاسہ محدود اور خطاب پذیر نہیں ہے، اس کے محسوسات بلکہ مشاہدات میں غلطی اور خوفزدگی نہیں ہوتی۔ اگر ایسا ہوتا تو اس کے نتائج میں تعارض و تناقض نہ ہوتا، اس میں شک و احتمال نہ پیدا ہوتا، اور بڑے بڑے اہم مسائل میں لغزش اور غلط طریقی ممکن نہ ہوتی، لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اس حاسہ کے محسوسات اور اس علم کی تحقیقات میں اس سے زائد تعارض و اختلاف ہے، جتنا حواس ظاہری کے محسوسات میں واقع ہوتا ہے، اور اب کشف و اشراق کے علوم و تحقیقات میں اتنا تناقض ہے جس کی نظرشاہید صرف فلسفہ میں لے سکے۔ ایک شراقت جدیدہ ہی کو لیجئے، اس کے انہی کے حقاً مذہبی اور اعمال میں

سخت اختلاف ہے، بانی اشراقیت جدیدہ فلاطینس (PLATINUS) اپنے زمانہ کے نظام مذہبی و عبادات کا قائل نہیں اور آزاد شرب قسمی ہے، جو صرف تفکر و مراقبہ کا قائل ہے، لیکن اس کا شاگرد رشید پارفری (PORPHYRY) ایک زادہ خشک صوفی ہے۔ فلاطینس انسانی روح کے جالوروں کے جون میں ظاہر ہونے کا قائل ہے، لیکن پارفری اس کا منکر ہے، اس سلسلہ کا قیصر ابراہام پرaklıس (PROCLUS) پورے مصری رسم دینی اور مذہبی تقریبیات کا پابند تھا، اور وہ میں تین دفعہ سورج کی پرنتش کرتا تھا، اس کا مذہب مختلف اعتقادات و مذاہب کا میجون مرکب تھا، اور یہ سب اہل مشاہدہ و لقین تھے۔

پھر اسی اشراقیت جدیدہ نے جس نے پارفری کی قیادت میں سیحیت کی مخالفت کی تھی، جولیان (JULLIAN) کے زمانے میں روی بست پرستی و جاہلیت (PAGANISM) کے اچیاکی تحریک میں جولیان کا بہت بڑا ساتھ دیا، اور بت پرستی اور مشرکانہ جاہلیت کی بڑی تائید کی، اور اس زمانہ کے اشراقیوں کی روشن صنیری اور نور باطن نے ان کو اس غیر معقول حکمت سے باز نہ رکھا، بلکہ مذاہب و اخلاق کے وائرہ المعارف کے مقابلہ نگار کے افاظ میں اشراقیت جدیدہ نے اپنی قسمت جاہلیت کے اس ڈوبتے ہوئے چہاز کے والوں کو دکھانے کی تحریک کی۔

### اشراقی مذاہب

یہ امر قابل ذکر ہے کہ تزریل اور وحی پر ایمان نہ رکھنے والے مذاہب و دکشٹ

لہ مذہب و اخلاق کا انسائیکلو پیڈیا (NEO-PLATONISM) ملہ ایضا

مہ ایضا

اشراف میں تقریباً ایک ہی روح اور ذہنیت کا فرمابہے، ایسے مذاہب کا رجحان اہل تھوڑے کی طرح خواہشاتِ نفس کے استیصال، رہبانیت، تجدُّد اور جذباتِ کُشی کی جانب اور اس کا تہذیبات باری میں حلول ہونا ہے، تصور اور اشراف کی طرح یہ مذاہب بھی حق و یقین کی دریافت کے لئے ریاضت و نفس کُشی اور مراقبہ و تفکر پر ہمیشہ کرتے ہیں، غالباً اسی گھری حاصلت کی وجہ سے رومان حکومت کے عیسائیت قبول کرنے سے پہلے عیسائیت کی بڑھتی ہوئی مقبولیت کے مقابلہ میں اشتراکیوں نے رومان بت پرستوں کی حایت کا فیصلہ کیا تھا، اشراف اور ہندوستانی مذاہب کی فکری یکسانیت کو لندن یونیورسٹی کے پروفیسرز میں نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے :-

"درحقیقت اوپنڈ کے مرتب کرنے والوں کا مقصد علم و عرفان کے حصول کے لئے ایک ایسے طریقہ کارکی نشان وہی کرنا تھی، جس میں مراقبہ کے ذریعہ آخر کار اس توجیہ حقیقی کے ساتھ اتحاد مطلق قائم کیا جائے کے جواہر وجود (برہما) پر بحیطہ ہے، چند یوگا اوپنڈیوں اسی خیال کو ایک فقرہ "تات تو م اسی" یعنی "تو وہ ہے" میں ظاہر کیا گیا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ انفرادی روح (آتا) برہما کے ساتھ جو ناقابل بیان مطلق حقیقی ہے، مخدود ہو جاتی ہے، کیونکہ صرف اسی صورت میں زندگی کی ان پریشانیوں سے نجات ممکن ہے، جوزمان و مکان اور علت و عمل کی اس کائنات کا خاصہ ہیں، لیکن حقیقتاً ان کی جیشیت سراب سے زیادہ نہیں ہے، جس وقت یہ روحانی سرست حاصل ہو جاتی ہے تو اسے روحانی آسودگی یا "مزدان" سے تعبیر کیا جاتا ہے، جس کے لفظی معنی ہیں، بھیجا

یا شنڈا ہو جانا، نرداں اگرچہ بدھ دہب کا نصب العین ہے، مگر یا اونپشن  
کے تصور بخات یعنی "موش" سے قطعاً مختلف نہیں ہے۔<sup>۱</sup>

ان ایکلو پیڈ یا مذہب و اخلاق کے مقابلہ نگار پر فیروزی۔ اسی گھائٹے  
(V. S. GHATE) جو الفشن کا مجہ بندی میں سنسکرت کے پیغمبر تھے، کہتے ہیں کہ شنکراچارا  
کا سب سے بڑا مقصد آنکھوں صدی عیسوی کے آخر میں اوپشن کے اس فلسفہ کو زندہ کرنا  
تھا، جس میں مطلق وحدۃ الوجود کی تعلیم دی گئی ہے، پر فیض گھائٹے کے خیال میں شنکراچارا  
کا سب سے بڑا کارنامہ یہ تھا کہ انکھوں نے اوپشن کی ان تعلیمات کو ہم آہنگ کر دیا  
جو ایک دسرے سے معارض اور مختلف شخصیں اور جن میں ایک طرف تو مطلق وحدۃ الوجود  
کو ایک لیسی اعلیٰ حقیقت کی شکل میں پیش کیا گیا ہے، جو تمام صفات سے عاری ہے اور  
جسے صرف نقی صفات کے ذریعہ ہی بیان کیا جا سکتا ہے، اور دوسری طرف تعدد الہبہ  
کو اس طور پر پیش کیا گیا ہے کہ اسباب و عمل کی یہ بلند ترین کڑی صفات سے بھی  
متصرف ہے اور داخلی طور پر تمام نظام عالم پر محیط و متصرف رکھتی ہے۔  
لیکن وحدت اور کثرت کے ان مختلف تصورات کی تطبیق کیونکر ممکن ہو سکی

اور اس کا نتیجہ کیا ظاہر ہوا؟

شنکراچاری نے "ماہا" کے اصول سے فائدہ اٹھاتے ہوئے "عرفان" اور بخات  
یعنی "موش" کو دو مختلف معنے دے دیئے جو اعلیٰ اور ادنیٰ سطح پر بہہا کے تصور  
سے ہم آہنگ تھے، اعلیٰ سطح پر عرفان کا مطلب یہ ہے کہ بہہا ایک مطلق وحدت ہے،

لہ ای۔ او۔ جسیں۔ ہستری آف ریجنیس۔ لندن (۱۹۶۲) ص ۳۴

۲۔ انس ایکلو پیڈ یا مذہب و اخلاق (۱۹۵۸) مضمون شنکراچاری

جس کے سوا کسی اور شے کا وجود نہیں ہے دوسری طرف ادنی سطح پر بربما فرد کے ذاتی خالق اور مالک کی شکل اختیار کر لیتا ہے، جسے ایشور کہا جاتا ہے، اور جس کی جمادت ہی اس کے عرفان کا ذریعہ ہے، اس طرح شنکر اچاریہ نے بیک وقت کرم یعنی عمل اور ظاہر پستی کی تدقیقیں کے ساتھ ساتھ عوام انہا میں مقبول دلوی دلوتا توں اور ان کی مورتیوں کی پوجا کا جواز پیدا کر دیا، کیونکہ شنکر اچاریہ کے خیال میں ایسے لوگ بھلا اتنا ہی وجود اعلیٰ کا عرفان اسٹھنیں حاصل کر سکتے کہ وہ غیر مبدل اور صفات سے عاری ہے، ان کے لئے مورتی پوجا کے ظاہری رسوم علمamt کی حیثیت رکھتے ہیں۔

اس میں شنک نہیں کہ مختلف النوع تصورات میں ہم آہنگی پیدا کرنا شنکر اچاریہ کا کارنامہ فرار دیا جا سکتا ہے، مگر اس قسم کی تطبیں صرف کشف و اشراق کا سہارا لے کر ہی ممکن ہو سکتی ہے، کیونکہ روحانی مکافات میں ایک ہی حقیقت مختلف رنگوں میں جلوہ گہوتی ہے۔ اس موقع پر حقیقت بھی قابل اظہار ہے کہ مسلمان صوفیوں میں بھی کشف و اشراق نے بڑی اہمیت اور قطعیت حاصل کی تھی، ان کے بیان بھی آپ شاہدہ عن اور حصول یقین بطریق کشف کی کوششیں اور بمحابات پائیں گے حالانکہ ان کے لئے اس کا ذریعہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اور آپ کا عطا کیا ہوا علم تھا۔  
شیخ اکبر شیخ محمد الدین ابی علی (۱۴۷۰-۱۵۲۸) حجۃ اللہ علیہ نام فخر الراذی کو یو خط لکھا ہے، اس میں یہ الفاظ آئے ہیں۔

وَمِيلَ احْلَهُ سِعَانَهُ ان يعْرِفَهُ الشَّجَانَهُ اس سے بالاتر ہے کہ اس کو

الْعُقْلُ بِنَظَرِهِ وَفَكْرِهِ فَيَبْغِيِ عقل اپنے چور و فکر سے معلوم کرے پس

الْعَاقِلُ كُوچا ہے کہ وہ اپنے قلب کو فکر سے

القولوا اذا اسرى اد معرفة ادلة خالى كرے اگروه الشکی معرفت مشاهدة

من حیث المشاهدة کے طور پر حاصل کرنا چاہتا ہے۔

اگرچہ حل کر لکھتے ہیں :-

فاس فح الهمة في ان لا تأخذ  
علم الامم سیحان على الكشف  
فان عند المحققين ان لا فاعل  
الادلة فاذن لا يأخذون الا  
عن ادلة لكن كشف العقول و ما فاز  
أهل الهمة الابالوصول الى العین  
وغيرت نی گوارا کی راوی علم المحققین پر  
قائل رہیں۔

امام غزالی کو بھی تلاش حق و یقین کے سفر میں جس منزل پر ہبھ کراطیناں ہوا وہ جیسا کہ  
”المنقد من الضلال“ میں لکھتے ہیں ”یہی بات تھی کہ تصوف کے ذریعہ حقیقت کا مشاہدہ  
اور عین یقین حاصل ہوتا ہے“ ایک جگہ فرماتے ہیں :-

واعلم انه هذ اهوا الحق اليقين  
جان و کو محقق علم اکے نزدیک حق یقین  
یہی تھا جسے انھوں نے مشاہدہ باطن کے  
عند العلماء الراسخین في العلم  
ذریعہ پا یاتھا اور مشاہدہ باطن انکھوں کے  
اعنی انھم ادرکوہ بمشاهدة  
مشاہدے سے کہیں زیادہ قوی اور برتر نہ تھے  
من الباطن و مشاهدة الباطن

لئے ثلث رسائل۔

اقوى واجل من مشاهدة الابصار  
ان علم انت اس يقين بى تقليد  
وتقوافيه عن مدار التقليد الى  
الاستبصار۔<sup>۱</sup>  
— سے نکل کر تحقیق کی منزل تک  
ترقبہ کی۔

مسلمان اہل اشراق و کشف کے کشوف و مشاہدات میں بھی غلطی کا اختلال اور اختلاف و تعارض ہے، ایک صاحب کشف دوسرے صاحب کشف سے اختلاف کرتا ہے اس کے کشف کو امر واقعی کے غیر مطابق بتلاتا ہے، کبھی اس کو سکر اور غلبہ حال پر محول کرتا ہے اور کبھی کہتا ہے کہ یہ مقام ایک عارضی اور ابتدائی مقام ہے، جس سے سالک گزرا ہوا آگے بڑھ جاتا ہے اور اس وقت اس کو پہلے مقام کے کشف و مشاہدات کے خلاف نظر آتا ہے۔  
اہل اشراق و کشف میں ..... شیخ الکبر شیخ محمد الدین بن عربی علیہ الرحمۃ کا بود رجہ ہے اہل علم اس سے واقف ہیں، ان کے متعلق اس فن کے دوسرے امام اور صاحب کشف و مقامات حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی اپنے مکتوبات میں لکھتے ہیں "عجائب کار و بار است شیخ محمد الدین از مقبولان در نظری آید و اکثر علوم اوکر مخالف آرکے اہل حق

لہ کو اکتب النبوات امام ابن تیمیہ۔ لہ ذکر رادھا کرشن روحانی ترقی کے لئے عبادات و رسم کے پابند نہ ہے کے مقابلہ میں کشف و اشراق کو ترجیح دیتے ہیں گرلخون یعنی اس حقیقت کا اعتراض کیا ہے کہ انسانی روح کی بنیادی را حقیقتی طبقہ میں کشف و مشاہدہ میں بھی کیسا نیست ہوتی ہے اس کے مقابلہ میں اختلاف پایا جاتا ہے شلاجیز طبع شرق متصوفین میں اوپنچڑ بھگوت گیتا، شکرا، رام نی، رام کرشن بیدعت اور جلال الدین روی کے کشوف و مشاہد ایک دوسرے مخلص میں اسی طرح مزرب میں افلاطون (PLATO) پال (PAUL) پرکلس (PROCLUS) ٹاؤلر (TAULER) پلٹینس (PLOTINUS) اور اکہارت (ECHART) کے بیان بھی اختلاف و تعارض موجود ہے، یہ اختلاف ہم یا جز اقلیٰ حالات کی پیداوار ہیں بلکہ ایک ہی نسل اور تہذیب کے متصوفین مختلف روایات اور روایات (این تہذیب)

اندھطا و ناصواب ظاہری شود۔

دوسری جگہ لکھتے ہیں، اکثر معارف کشفیہ اور کاظم علوم اہل سنت جدا افتادہ است  
از صواب دور است۔

مسئلہ وحدت الوجود میں شیخ اکبر اور شیخ مجدد کا جو اختلاف ہے، وہ سب کو معلوم ہے  
اور دونوں بزرگوں کی تحقیق ذاتی مشاہدہ اور کشف پر بنی ہے، مجدد صاحب نے اپنے شیخ  
حضرت خواجہ باقی باشر اور خدا پر متعلق لکھا ہے کہ وہ دونوں پہلے اسی مقام پر تھے کہ توحید  
وجودی کا ان پر علیہ تھا، اور مقدمات کشفیہ اور دلائل نقینی سے اس کی تائید ہوتی تھی لیکن  
جب وہ خدکی توفیق سے اس مقام سے بلند ہوئے تو انہوں نے اس سے رجوع کیا فرماتے ہیں:-

صرفت پناہی قبلہ گاہی حضرت خواجہ اقدس اللہ تعالیٰ سرہ چند گاہ

مشرب توحید وجودی داشتند و در بیان مکتوبات خود آنحضرت الطہاری فرمودند

اما آنحضرت اربعین سماں و تعالیٰ پر کمال عنایت خویش از آن مقام ترقی ارزانی

فرمودہ شاہراہ اندھڑتہ ارضیں ایں صرفت خلاصی و ادبیان جمد امحق کر

یکے از خلصان ایشان نقل کر دند کر پیش از مرعن موت ایشان بیک ہفتہ

فرمودہ اند کر مرا عین نقین معلوم شد کہ توحید کوچہ ایسٹ تنگ شاہراہ دیگر

است پیش ازیں ہم میدانست اما انکوں نقینے دیگر معاصل گشت؟

آگے چل کر اسی خط میں اپنے متعلق تحریر فرماتے ہیں :-

”و این حقیر زمزہن چند گاہ در حضرت ایشان ایں مشرب توحید داشت و نقدتاً

(اق ص ۲۷۴ کا) کے عالی بہتے ہیں ایں ایڈ ویشن ریٹین ایڈ ویشن تھا، اسکے قرآن نہیں پڑیں بلکہ (۱۹۷۰)

ملا) لئے مکتوبات حاکم کتب ملکا

کشفیہ در تائید ایں طریق یہی رالج گشته بودند اعیانیت خداوندی جل  
سلطان ازان مقام گز رانیدہ بقاے کے خواست مشرفت گز رانیدہ<sup>لہ</sup>  
عقل اور علوم روحانی میں غلطی کا جو امکان ہے اس کو ایک مکتوب میں ایک سوال کا  
جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں :-

”سوال، عقل فی حد ذاتہ ہر چند در احکام الہی جل شانہ، نافض و ناتام  
است اپر ان تو انکہ بعد از حصول تصفیہ و تزکیہ عقل رامتا سبستہ والصال  
غیر تکیف بر تیر و حوب تعالیٰ و تقدس پیدا شود کہ سبب آن مناسبت اقبال  
احکام اذین جا اخذ نماید و حاجت بہ بیعت کہ بواسطہ ملک است نشود“  
یہ مذہب شرق کی پوری پوری ترجمانی اور وکالت ہے اب اس کا جواب اس شخص کی  
زبان سے سنئے جو اس کوچہ سے بخوبی واقع ہے اور جس کو اس ”تصفیہ“ اور ”تزکیہ“ کا عملی  
تجربہ ہے۔

”جواب:- عقل ہر چند آن مناسبت والصال پیدا کند اما تعلق کر بای  
پیکر سیوانی، داشت بالکل زائل نگردد و تجد نتمام پیدا کند پس و اہم بہیشہ  
دامن گیر او بود و تخلیہ ہر گز خیال اور اہنگ زار و وقت غضبیہ و شهویہ ہموارہ  
صاحب او بودند هر ذیلی حرص و شرہ بہرہ وقت نیک اداشتہ سہو نیان  
کہ از لوازم نوع انسان است ازو منفک نبوند و خطاط کہ از خواص ایں  
نشأۃ آنداز و جدابا شد پی عقل شایان اعتماد نبود و احکام ما فوذہ او از  
سلطان و ہم تصرف و خیال مصون نہ بوند و از شاگیر نیان و مظہر خطاطا

محفوظ تباشند بخلاف ملک کرازیں اوصاف پاک است و ازیں رذائل برتر اپی  
 ناچار شایان اعتماد بود و احکام اخوذہ اواز شائیب و هم و خیال و منظن نیان و حلا  
 مصون باشند و در بعضی اوقات محسوس میگردد که علمیکہ تلقی روحانی اخذ  
 نموده است در اینکے تبلیغ آس بقوی و اس بعضی از مقدمات سلسی غیر صادق  
 کراز راه هم و خیال یا غیر آن حاصل شده اند بے اختیار آن علوم فضمی شود  
 بحیثیت که در آن وقت اصلاح تحریر نتواند کرد و در شایانی احوال گاه بود که علم آن  
 تحریر و پنهان و گاه نزد پنهان پس لاجرم آن علوم پو اسط طلط آن مقدمات بہتیہ  
 کنہب پیدا می کنند و از اعتماد می بر آئندہ

در حقیقت جیسا کہ حضرت جلد نے لکھا ہے، انسان کی قوت عقلی ہو یا قوت  
 روحانی، کوئی قوت اس کے حواس اور خارجی موترات کے اثر سے بالکلیہ آزاد نہیں،  
 اس کے باوجود اس کے انکار و عقائد، اور ان مقدمات کا جو اس کے یا اس کی جماعت  
 اور قوم کے نزدیک مسلم ہیں، اس کی تحقیقات اور مشاہدات پر ضرور اثر پڑتا ہے، یہی وجہ  
 ہے کہ اشراقیوں کو اپنے کشف و مشاہدہ میں بہت سے یونانی اور مصری اور هام و خیال  
 کی تائید نظر آتی تھی، اور مسلمان اشراقیوں کو فلسفہ یونان کے بہت سے مفروضات  
 حقیقت بن کر نظر آتے تھے، وہ "عقلوں" کا مشاہدہ کرتے تھے، اور عقل اول سے بعض  
 اوقات ان کا مکالمہ اور مصالحہ ہوتا تھا۔

پھر اگر اس حاسسہ کی قوت پورے طور پر تسلیم بھی کر لی جائے تو سوال یہ ہے کہ  
 اس حاسسہ کے محسوسات کیا ہیں، اس سے کن چیزوں کا دراک ہو سکتا ہے بیش بیش

بیست کر عالم ارواح کے اسرار و عجایبات کی سیر ہوتی ہے، اور آدمی اس کی وسیع فضائے میں آزادانہ پرواز کرتا ہے، ایک پورا عالم اس کے ایک نئے حاسہ پر مشکفت ہوتا ہے، اور اس کو کچھ صورتیں نظر آتی ہیں، کچھ زنگ نظر آتے ہیں، اس سے اس کو خدا کی قدرت اور کائنات کی وسعت کا اندازہ ہوتا ہے، لیکن بقول حضرت مجددیہ سب ہو و الحب میں داخل ہے، وہ فرماتے ہیں:-

”کہ ”حرتی“ صور و انوار کیا کم ہیں کہ کوئی ان کو چھوڑ کر ریا صنتوں اور مجاہدوں کے ذریعہ غنیمی صور و انوار کی ہوس کرے، یہ صور و انوار اور وہ صور و انوار دونوں الترکی مخلوق ہیں، اور اس کی صفت کا نمونہ ہیں، آفتاب و ماہتاب کی روشنی کو جو اس عالم شہادت میں پائی جاتی ہے، ان انوار پر جن کو وہ عالم مثالی میں دیکھتے ہیں، اکٹی وجہ سے، ترجیح حاصل ہے، لیکن چونکہ یہ دید دلائی ہے، اور عوام و خواص سب اس میں مشرکی ہیں، اس لئے اس کی قدر نہیں ہوتی اور انوار غنیمی کی دید کی ہوس کرتے ہیں۔“

آپے کے روڈ پیش درت تیرہ نامیدہ

اس اشراق و نور باطن اور مکاشفات و مشاہدات سے وہ اصولی اور سرکزی سوالات کہاں حل ہوتے ہیں، جن کے جواب سے جو اس عقل اور فلسفہ قاصر ہے، غالباً کے نشا، کا تفصیلی علم، اخلاق و اعمال کا متعین نظام ان کی دسترس سے بھی اسی طرح باہر ہے، جس طرح عقل و فلسفہ کی سرحد سے بھی وجد ہے کہ اشراقی اپنے اپنے وقت

لئے مکتوبات ج ۱ مکتوب ۲۹

اول پہنچنے والے کسی روحاںی اور اخلاقی نظام سے مسلک رہے، اور کوئی مفصل و ثابت نہ ہی نظام نہ پیدا کر سکے۔

مسلمانوں میں کشف و اشراق میں شیخ بکر رحمۃ الشریعۃ کا جو بلند مقام ہے، وہ سب کو تسلیم ہے، لیکن باسیں ہمہ وہ ظاہری مسلک برکتھے تھے، اور ان کے اتباع سنت اور پیریوں شریعت کا حال و اقنان حال سے پوشیدہ نہیں!

قبل اس کے کہ میں ان سائل کو نیقی طور پر حل کرنے کے آخری اخذ کا ذکر کروں، ہمیسر نزدیک وحی اور تنزیل ہے، اور جس کا ذریعہ نبوت و رسالت ہے، اور اس طرز زندگی کا خاکر آپ کے سامنے پیش کروں، جنوبوت و رسالت کی پیری اور ان کی تعلیمات کے اتباع سے وجود میں آتی ہے، اور ان کے اصول و اساس پر دنیا میں قائم ہوتی ہے، میں صروری سمجھتا ہوں کہ ان تمدنوں اور نظام حیات کا ذکر کروں جو محض حیات یا عقلیات یا اشراق کے انکار و نظریات پر قائم ہوتا ہے۔



# دنیا کے تین اہم تمدن اور نظام حیات

## حسنی تمدن

دنیا کا ایک قدیم ترین تمدن اور انسانوں کا مقبول ترین تمدن وہ ہے جس کی بنیاد پوس اور ان کے نتائج پر ہوتی ہے، انسان کے لئے اس بنیاد سے زیادہ آسان اور عام بنیاد اس سے زیادہ سہل تجربہ، اس سے زیادہ ہر جگہ اور ہر زمانہ میں آسانی کے ساتھ وقوع میں... آجائے والا اور اس سے زیادہ انسان کی خواہشوں کو تسلیم دینے والا کوئی نظام نہیں، اس میں کسی گھر لامی، کسی عقلی نزقی، اور کسی ایثار و قربانی کی صورت نہیں، اس لئے عام انسانوں کے لئے یہ سبے زیادہ کشش رکھتا ہے، اور انسانی تہذیب کی تاریخ میں اس سے زیادہ کسی اور نظام حیات نے بار بار فتح نہیں پائی۔

حیات چیز کی تمدن کی بنیاد ہوگی، اس کی نظری خصوصیات اسے حسب ذیل ہوں گی۔

(۱) ہر ایسی چیز کا انکار یا اس کی بے قعی جو پوس کے تحت میں نہ آ سکے، اور جس کی تصدیق مجرد پوس ظاہری سے نہ ہوتی ہو، اس اصول کا لازمی نتیجہ یہ ہو گا کسی پن دیکھی ذات اور طاقت کا یقین پیدا نہیں ہو گا، جو پوس سے بالآخر ہے اور جب اس کا یقین ہی پیدا نہ ہو تو اس کا لحاظ اور خوف با اس سے امید پیدا ہی نہیں ہو سکتی اگر مشترکاً

اثرات اور ادیام کی وجہ سے (جو حواس پرستی کے دو میں حیثیت اور مادیت کے ساتھ ساتھ اکثر کار فرما ہوتے ہیں) متعدد و آئہس کا اعتقاد موجود بھی ہوتا ہے تو اس کا ذہن اور دماغ اور علی زندگی پر کوئی اثر نہیں ہوتا اور اس سے اس تدریج کی حیثیت زندگی کے حسی رسمان، اخلاق و اعمال کی حسی بنیاد میں کوئی تزلزل واقع نہیں ہوتا۔

جب کسی چیز کے ثبوت کے لئے حواس کی شہادت صروری قرار پائے تو پھر ایسی چیز کے لیقین، اور زندگی میں اس کے ساختاں کی کیا گنجائش باقی رہتی ہے، جس کے وجود کی حواس شہادت نہیں دیتے، اس لئے اس حسی استدلال کا منطقی نتیجہ یہ ہے کہ اس زندگی کے بعد کسی دوسری زندگی اور اس عالم کے علاوہ کسی اور عالم کے وجود کا مطلق انکار کیا جائے جو حواس کے علاوہ کسی اور دلیل سے ثابت کیا جاتا ہے یا جس کو مانتے کے لئے محسوسات کے علاوہ کسی اور چیز کا وجود مانتا پڑتا ہے اس زندگی علاوہ دوسری زندگی کے وجود کے انکار کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہی زندگی مفہومی نظرین جاتی ہے کسی آئندہ محابسہ کا ذر باقی نہیں رہتا، طبیعت میں وہ آزادی اور بے قید بے پیدا ہو جاتی ہے جس پر عاصی قانونی حدود اور انداز نہیں ہو سکتے، اور چونکہ زندگی بعد الموت کی طرح حواس کی بنا پر موت اور اس زندگی کے خاتمه کا انکار نہیں کیا جاسکتا، اور یہ واقعہ ہر طرح حواس کی ناقابل تردید اور متواءتر شہادتوں سے ثابت ہوتا ہے اور اس کا دن رات مشاہدہ ہوتا رہتا ہے اسی وجہ بیانات بعد الموت کے انکار اور موت کے افراد کا لازمی اور طبعی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس زندگی سے پورے طور پر فائدہ اٹھانے اور اس میں علیش و لطف کرنے کا عقلی و طبعی تقاضا پیدا ہوتا ہے، جو اس طریقی استدلال اور اس ترتیب مقدمات کے ساتھ ہر طرح معقول و حق بجانب ہے۔

اسی حسی تمدن کے ابتدائی دور میں (اور بعض اوقات ترقی یا نقصہ دور میں بھی) اخلاق کے بجائے عمل کے محکم اغراض مصالح اور ذاتی منافع ہوتے ہیں، اجتماعی زندگی کی وجہ سے جب اس تمدن میں ترقی ہوتی ہے تو اخلاق کا لفظ بھی اس کی زبان میں پیدا ہو جاتا ہے، لیکن... کی بنیاد لذتی فلسفہ پر ہوتی ہے، یعنی اخلاق کا معیار یہ ہے کہ ان سے انسان کو لذت یا حظ نفس حاصل ہو، پھر جب کچھ اور ترقی ہوتی ہے تو لذتیت کے بجائے ان کی بنیاد فائدیت بن جاتی ہے، یعنی اخلاق کا معیار یہ ہے کہ اس سے زیادہ سے زیادہ افراد کو فائدہ پہنچے (لیکن اس فائدہ کا معیار مقرر کرنے میں بھی عموماً حسی نقطہ نظر اور لذتی ذہنیت کام کرتی ہے).

(۲) اس ماہ پرستانہ اور حسی تمدن کی دوسری فطری خصوصیت (وجود حقیقت پہلی خصوصیت ہی کا ضمنیہ ہے) یہ ہے کہ محسوسات میں بھی قرض کے مقابلہ میں نقد آجیل (پر دیر) کے مقابلہ میں عاجل (جلد) کو ترجیح دی جاتی ہے، اس لئے کہ وہ جو اس سے زیادہ قریب ہوتا ہے اور اس میں عقلیت اور قوت نکری کے استعمال کی ضرورت نہیں کم ہوتی ہے، اس لئے اس تمدن یا اس آئین زندگی کے تمام مناظا ہر واشکال میں ایک خاص قسم کی سطحیت و ظاہریت اور پورے نظام زندگی میں نفع اندوز ذہنیت اور خود غرضی، اور انفرا دیت کام کرتی ہے۔

اس ماہ پرستانہ ذہنیت اور سیرت کا ایک لازمی نتیجہ یہ ہے کہ اصول و اخلاق اور عقائد پر منافع اور مصالح کو ترجیح دی جاتی ہے، بڑے بڑے اصول کو اہم سے اہم عقیدہ، اور بہتر سے بہتر اخلاقی تعلیم کو خیر سے حیر فائدہ اور ادنی سے ادنی تر مصلحت پر ہر وقت قربان کیا جا سکتا ہے، چنانچہ اس ذہنیت اور سیرت کے لوگ (خواہ وہ کسی

نہ ہی جماعت میں پائے جائیں، اور بہت سے نہ ہی فرائض و شعائر کے پابند ہوں) تھرم  
کے نظام کے ساتھ تعاون کر لیئے کے لئے تیار رہتے ہیں، ان میں ہر طبقی ہوئی مشتری میں فٹ  
ہو جانے کی عجیب و غریب صلاحیت ہوتی ہے، اور ہر سانچے میں داخل جاتے کی ایسی قابلیت  
ہوتی ہے، جو شاید موم میں بھی نہ ہو، وہ ہر نظام کا کل پروزہ بن سکتے ہیں، ہر جنبدے کے  
نیچے رکتے ہیں، اور ہر مقصد کے لئے جان دے سکتے ہیں، اور دے سکتے ہیں، باشر طبیک اس میں  
ان کا کچھ بھی ذاتی نفع ہو خواہ اس کی مقدار کتنی ہی کم ہو اور خواہ وہ محض موجود ہو، اور  
باکل مشتبہ ہو، فلسفہ کسی ذاتی فلسفہ کی حدود سے نکل کر قوی فلسفہ کا زنگ خیتا کرتیا  
ہے، اور دونوں حالتوں میں اپنے لئے اور قوم کے لئے اس کی دعوت بھی ہوتی ہے کہ یہ چلو<sup>۱</sup>  
تم ادھر کو ہوا ہو جدھر کی"۔ اور

### زمانہ با تو نہ ساز و تو باز نہ بساز

(۳) اس حصی تمدن اور نظام میں پوکہ علم کے مأخذ صرف وہ اس ہوتے ہیں اور جو اس  
بیساکہ عرص کیا جا چکا ہے انسان کے متعلق اس سے زیادہ اور کوئی شہادت نہیں دیتے  
کہ وہ صرف ایک "بولنے والا جانور" (حیوان ناطق) ہے، اس لئے اس کے سلسلہ تاریخ  
کے گم شدہ حلقة دریافت کرنے کے لئے اور اس کی زندگی کے احکام و ضوابط معلوم کرنے  
کے لئے حیوان ہی کی طرف رجوع کرنے کا رجحان پیدا ہوتا ہے، اور انسان کی زندگی کا ایسا  
نظام تجویر کیا جاتا ہے، جو اپنی روح اور مقاصد میں خالص حیوانی زندگی سے کچھ زیادہ  
مختلف نہیں ہوتا۔

میرے بار بار حصی اور حیوانی کے انفاظ استعمال کرنے سے آپ کو غلط فہمی نہ ہو کہ  
حتی تمدن جنگل کی ایک زندگی ہے جس میں شہریت اور رشائی کی مفقود ہوتی ہے،

در اصل میں اس کو اس کے مانع اور روح کے اعتبار سے جستی کہہ رہا ہوں، ورنہ شہری زندگی کے اعتبار سے یہ دنیا کا ترقی یافتہ ترین تمن نہیں ہے، زندگی کو زیادہ سے زیادہ دچپ اور پُراحت بنانے کے... اعتبار سے مادی زندگی کے تنوعات اور ترقیات اور اس بارہ میں ہر قسم کی تدقیق اور ایجادات کے اعتبار سے الہامی تمن اور بعض اوقات عقلی تمن اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے، اور واقعیہ ہے کہ اس کا جتنا حق اس تمن کو ہے، کسی دوسرے تمن کو نہیں ہے، اس لئے کہ اس کا نسرا یہ ہی بھی ہے۔

یہ تمن دنیا میں سب سے زیادہ پھلا پھول، اس نے اپنی صنعتوں سے زمین کو گلزار اور دچپیوں سے زندگی کو باخ و بہار بنا دیا، پہاڑوں کے جگ سے پانی کی نہریں بہائیں اور پتھر کے سینے پر پھول کھلائے، شاندار یادگاریں قائم کیں، پرنسکوہ عمارتیں تعمیر کیں، اور انسانی صنعت اور ذکاوت کے ایسے نادر نمونے دنیا میں پیش کئے کہ اس پر حکیمانہ اور عقلی تمن ہونے کا دھوکا ہونے لگا، لیکن درحقیقت اس نے عقل کو اپنے حصی اور مادی فوائد کے لئے مستخر کیا تھا۔

جزیرہ العرب میں عہد قدیم میں "عاد" کے نام سے ایک قوم ہوئی ہے، جو اپنے زمانہ میں جستی اور مادی تمن کی بڑی نمائندہ تھی، ان کا تمن اس زمانہ کا بڑا ترقی یافتہ تمن تھا، اور ان میں جستی تمن کی اکثر خصوصیات پائی جاتی تھیں، ان کی زندگی کو دیکھ کر متینہ کالا جاسکتا تھا کہ یہ ایک ناخدا شناس اور منکر آخوت قوم کی زندگی ہے، وہ بے ضرورت محض لطف و تفریح یا نام و نمود کے لئے بڑی بڑی عمارتیں اور یادگاریں تعمیر کرتے تھے، جن کو دیکھ کر یہ علوم ہوتا تھا کہ ان کے بنانے والے آخوت کو بھولے ہوئے ہیں، اور سمجھتے ہیں کہ ان کو ہمہ سہ اسی دنیا میں رہنا ہے، ان کی جنگوں اور

دار و گیر سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ اپنے سو اکسی بلند و بالاطاقت کا لیقین نہیں رکھتے۔  
ان کے سفیر نے ان کو اس طرح بخاطب کیا:-

اَتَيْتُوْنِ بِكُلِّ رِبْعٍ اِيَّةً تَقْبِيْفٍ  
مَحْصُنْ كَهْلِ تَماشَرْ كَلْمَهْ  
كَارِيْغِيَانْ دَكْهَاتَهْ هُوْ جَيْسَيْهْ كَرْمَهْ كَوْهِيْشَهْ  
رَهْنَا هَيْهْ اَوْ رَجْبَهْ كَسِيْهْ پَرْ بَاهَهْ ذَالَهْ هُوْ جَوْهْ  
بَطْشَتَهْ جَبَّارِيْهْ  
(شعراء - ۱۲۸-۳۶)

ان کی جانشین قوم شود کے بھی دنیا کی زندگی میں انہاںک اور اس میں ان کے سکون و اطمینان دوسری زندگی سے غفلت اور اس کے معاالم میں بے سرو سامانی کو دیکھ کر اسی کا اندازہ ہوتا تھا کہ کیسی ایسی چیز پر ایمان نہیں رکھتے، جو ان کو آنکھوں سے دکھائی نہیں دیتی، ان کے سفیر نے ان سے اس طرح خطاب کیا:-

اَتَتْرَكُونِ فِي مَا هُنَّا اِمْنَيْنَهُ فِي  
جَمِيْتَ وَعُيُونِ وَزُرْقُونِ وَغَنْلِ  
طَلْعَهَا اَهْتِيمَ وَتَخْتَوْنَهُ مِنْ  
الْجَبَالِ بُيُونَأَ فَرِهِيْنَهْ  
(شعراء - ۱۲۹-۴۹)

حیثیت و مادیت اور منظاہر پرستی (اور اس کی ترقی یا فتنہ ششکل بُت پرستی)  
کچھ لازم و ملزم سے ہیں، اس و مادہ پرست قوموں کی ندیہ بیت عموماً اصلاح پرستی  
کی ششکل میں ظاہر ہوئی ہے، ایک ایسے خدا کا تصور جو نگاہوں سے منعqi ہو، جس کی کوئی

جسمانی شکل تو جو کو اپنے او پر مرکوز کرنے کے لئے سامنے موجود نہ ہو، حواس پرستوں اور محسوسات کے خواگر انسانوں کے لئے بہت دشوار ہوتا ہے، وہ اپنے اس جذبہ کو تسلیم دینے کے لئے جلد بت تراش لیتے ہیں، اور اپنی زندگی کے اس روحاںی شعبہ کو بھی دوسرے شعیوں کی طرح حصی بنایا لیتے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک لیسی ہی قوم میں پیدا ہوئے تھے، جو اپنی مادی زندگی کے دوسرے لوازم کے ساتھ بت پرستی میں بڑی ترقی کر گئی تھی:-

وَاتُّلْ عَلَيْهِمْ نَبَاً إِبْرَاهِيمَ دَقَالَ اور ان کو ابراہیم (علیہ السلام) کی خبر

لَا يَنْهِرُ وَقَوْمِهِ مَا تَعْبُدُونَ ه

قَالُوا نَعْبُدُ أَصْنَاماً فَنَظَرَ لَهَا

عَلَيْفِينَ ه قَالَ هَلْ يَسْمَعُونَكُمْ

إِذْتَدَّ عُوْنَ ه أَوْ يَنْقُعُونَكُمْ

أَوْ يَصْرُونَ ه قَالُوا بَلْ وَيَقِنَّا

إِبَاعَنَّا كَذَّ لِكَوَافِعَ الْمُؤْمِنُونَ ه قَالَ

أَفَرَأَيْتُمْ مَا كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ ه

أَنْتُمْ وَإِنَّمَا كُلُّ كُفُرٍ أَلَّا قَدْ مُؤْنَ ه

فَإِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِلَّهِ أَلَّا رَبَّ

الْعَلَمَيْنَ ه الَّذِي حَلَقَنِي

فَهُوَ يَهُدِّي مَنْ وَالَّذِي هُوَ

يُطْعِمُنِي وَيَسْقِي مَنْ وَإِذَا

بَهَانُونَ كَارِبَ وَرَدَ كَارِبَ لَنْ يَجْعَلْنَا

مَرِضَتْ فَهُوَ يَتَعَفَّفُ إِنَّهُ وَالَّذِي سُوْدِيْ بِجَهَنَّمِ كُوْرَاهَ وَكَحْلَاتِهِ اُورُوهُ بُو  
 يُعِيشُنِي شَرَّ مُعِيشِيْنِهِ وَالَّذِي بِجَهَنَّمِ كُوْكَحْلَاتِهِ اُورِيلَاتِهِ اُورِجَبِ  
 اَطْمَعُمْ اَنْ يَغْفِرَ لِي خَطِيئَتِيْنِهِ يِسْ بِيَارِ بُوْلِيْ تُوْدِيْ بِجَهَنَّمِ شَفَادِيَّتِهِ  
 اُورُوهُ بُوْجَهَ كُوْكَسِهِ كَامِلَهُ بِلَكَسِهِ كَاْلَهُ  
 دَوْدِيْ بِجَهَنَّمِ كُوْكَسِهِ كَامِلَهُ بِلَكَسِهِ  
 (شِرَاءٌ ۖ ۶۹-۸۲) يَوْمَ الْقِيَمِيْنِهِ  
 اَنْصَافَ كَدَنْ.

اس پڑھتی ہوئی نادیت و حسیدت اور اصول اخلاقی کے مقابلہ میں جذبات<sup>۹</sup>  
 خواہشات کی پیروی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ فطرت انسانی سخن ہوتی چلی جاتی ہے وجدان  
 سیلیم باعث اور اخلاقی حسن مغلوب ہو کر رہ جاتی ہے اور انسان سخن فطرت کے اس  
 درجہ پر سخن جاتا ہے، جہاں حیوان بھی نہیں پہنچتا، حضرت لوٹ آیکا یسی قوم میں پیدا ہوئے  
 تھے، جو اخلاقی انحطاط اور فطرت کے تنزل کے اسی مقام پر تھی، وہ فرماتے ہیں :-

أَتَأْتُقُ الدَّكْرَاتِ مِنَ الْعَلَمِيْنِ  
 كِيَامِ دُوْتَنِیْ ہو جہاں کے مردوں پر چھوٹے  
 فَعَذَرُونَ مَا هَلَقَ لَكُمْ رَبِّكُمْ  
 ہو تو تھاکے واسطے بنا دی ہیں تھاکے  
 مَنْ أَذْوَأِ حَلْمَوْنِ أَنْتَمُ فَوْمِ  
 پر درگار نہ بیویاں بلکہ تم لوگ حدسے  
 عَذَرُونَهُ (شِرَاءٌ ۖ ۶۶-۱۹۵)

أَشْكُمُ لَتَالُونَ الرِّجَالَ وَلَقَطَعُونَ  
 کیا تم دوڑتے ہو مردوں پر اور رہ  
 السِّيَئَنَ وَتَالُونَ فِي تَادِيَكُمْ  
 مانتے ہو راستہ چلنے والوں کی اور اپنی  
 الْمَتَكَرَّمَهُ (حکبوت ۲۹)

نفع اندو زرد ہمیت اور فائدہ جو طبیعت کا خاصہ ہے کہ وہ جائز و ناجائز قانونی

اور غیر قالوںی عمل کا خیال نہیں کرتی، اور اجتماعی تنقیع اور نظم کے مقابلہ میں شخصی تنقیع کا لحاظ کرتی ہے، خواہ اس سے کتنے ہی تدریجی مقاصد اور اجتماعی خرابیاں پیدا ہوں تجارت میں خیانت اور بد دیناتی، وزن کرنے میں کمی، تیادتی، اس ذہنیت اور سیرت کا ادنیٰ کر شمر ہے۔

مدین کے تجارت پیشہ لوگوں میں یہ رعن بہت عام تھا، ان کے پیغمبر نے ان کو خاص طور پر اس طرف متوجہ کیا:-

أَفَلَمْ يَرَوْا إِلَيْهِمْ وَلَا إِلَيْنَا لُوَّدُوا مِنْ  
الْخَسِيرِينَ هَذِهِ نِعْلَمُ بِالْقُسْطَاطِيْنِ  
الْمُسْتَقْبِيْمِ هَذِهِ نِعْلَمُ بِالنَّاسِ  
أَشَاءُهُمْ وَكَلَّا تَعْلَمُونَ فِي الْأَرْضِ  
مُفْسِدِيْنِ هَذِهِ نِعْلَمُ بِالْمُفْسِدِيْنِ  
مُسْتَبْرِوْنِ (شہزاد ۸۳-۸۱)

مصر و شام، عراق و ایران اور یونان اپنے اپنے دور میں اس تمدن کے مرکز تھے، اور یہ تمدن وہاں اپنی فطری خصوصیات کے ساتھ پایا جاتا تھا۔

رومی تمدن حیثیت اور مادہ پرستی کا ایک شاہکار تھا، جس میں حتیٰ فلسفہ، اخلاق و اجتماعی مادہ پرستا نہ مقصود زندگی اور طرز زندگی پورے طور پر نایاں ہے اور خیالات و افکار علوم و فلسفہ اور تمدن و تہذیب کی بنیادیں بڑے بڑے سیلا بلوں اور طوفانوں کے بعد بھی قائم رہیں، اور جدید تہذیب کی عمارت انہی بنیادوں پر تعمیر ہوئی، سلطنت روما کے عروج کے وقت روم کی جو اخلاقی و اجتماعی حالت بھی اس کی تصویر ڈریپر ان الفاظ میں کھینچتا ہے:-

"جب جنگی قوت اور سیاسی اثر کے لحاظ سے سلطنت روانہ تھا تو قریب پر  
 فائز ہو گئی تو مذہبی اور محرابی پہلو سے اس کی اخلاقی حالت فساد کے درجہ  
 اخیر کو پہنچ چکی تھی، اہل روما کی عیش پرستی و عشرت پسندی کی کوئی انتہا نہ رہی  
 تھی، اس کا اصول یہ تھا کہ انسان کو چاہیے کہ زندگی کو ایک سلسلہ عیش بنائے  
 پاک بازی، حظ نفس کے خواں نعمت پر بنتہ لامکداں ہے اور اعتدال سلسلہ  
 حظ نفس کی درازی کا محض ایک ذریعہ ہے ان کے دستِ خوان سونے اور چاندی  
 کے باسنوں سے جو پر جو اہرات کی پچکاری ہوتی تھی، بھلکلتے ہوئے نظر آتے  
 تھے، ان کے ملازمِ زرق برق کی پوشائیں پہنچنے ان کی خدمت کے لئے مکرستہ  
 کھڑے رہتے تھے، ماہرویان روما جو عام طور پر عصمت کی طلاقی زنجیر کی قیدی  
 آزاد تھیں، ان کی مستی انگریز صحبتوں کا الطفت دو بالا کرنے کے لئے ہونا زرہتی  
 تھیں، غالستان حاموں اور کشا ناشاگا ہوں اور جوش آفریں دنگلوں سے  
 جن میں پہلوان کبھی ایک دوسرے سے اور کبھی حشی و زندوں سے اس وقت تک  
 مصروف زور آنائی رہتے تھے جب تک کہ جو لوگوں میں سے ایک ہمیشہ کے لئے  
 خاک و خون میں سونہ جائے اہل روما کے سامانِ عیش پر مزید اضافہ ہوتا تھا،  
 دنیا کے ان فاتحوں کو تجربہ کے بعد یہ بات معلوم ہوئی تھی کہ پرستش کے لائق  
 اگر کوئی شے ہے تو وہ قوت ہے اس لئے کہ اسی قوت کی بدولت تمام اس سریا  
 کا حاصل کرنا ممکن ہے، جو محنت اور تجارت کی سلسلہ جانکا ہیوں اور عرق روز رو  
 سے پیدا ہوا ہے، مال و مالک کی ضبطی، صوبیات کے حاصل کی تشخص زور بازو  
 کی بدولت جنگ میں کامیاب ہوتے کامیاب ہے، اور فراز و لئے دولت روما

اس زور قوت کا نشان یا اعلامت ہے غرض روا کے نظام تہذیب میں جاہ و جلال کی  
ایک جملک تو نظر آتی تھی، لیکن یہ جملک اس نمائشی لمحے کی چک کے مشابہ تھی جو زمان  
عہد قدیم کی تہذیب پر پڑھ گیا تھا۔<sup>۱</sup>

عرب کا دور جاہلیت (جو چھٹی صدی سیکھی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت پر  
ختم ہوتا ہے) اپنے نفیات افکار اور اخلاق و اجتماع میں خالص حصی اور مادہ پرستانہ دور تھا۔  
آخوند اور زندگی بعد موت کے تصور سے ان کا ذہن خالی تھا، ان کا خالی تھا (اور یہ  
خیال جو اس پر بنی تھا) کہ زمین و آسمان کی چلی کے دو پاٹ اور دن رات کا یہ چکر ہم کو پیتا  
ہے، اس کے سوا کوئی اور طاقت نہیں جو ہماری زندگی کے اس رشتہ کو کاٹ سکے، قرآن  
ان کے متعلق کہتا ہے:-

إِنَّهُ هُنَّ الْأَحْيَا مَا الْأَرْضُ يَنْمُى  
وَمَنْ يَأْمُرُ بِمَا تَحْمَلُ وَمَنْ يَنْهَا  
مَرْكَزَ زَمَنَهُ الظَّاهِرَةُ نَجَيَنَّ  
(المؤمنون - ۳۴)

وَقَالُوا مَا هُنَّ إِلَّا حَيَا مَا الْأَرْضُ  
يَنْمُى وَمَنْ يَأْمُرُ بِمَا تَحْمَلُ إِلَّا الْأَنْجَوْهُ  
كَمْ نَهَيْنَا اور زمان کے سوا ہم کو کوئی ہلاک  
کرنے والا نہیں۔  
(جاشری - ۲۲)

ایک جاہلی شاعر (شداد بن یحیا لکنانی) اسی دلیل پر اپنی قوم کو دوسرے قبلیہ  
کے خلاف جنگ پر ابحاث تھے کہ زندہ زمان کو ہونا ہے اور تم کو پھر بزرگی کیا وجہ؟ طرز  
استدلال حصی نفیت اور طرز فکر کا اچھا نمونہ ہے۔

لَهُ مَرْكَزَ زَمَنَهُ وَمَاءْنِشُ تَرْجِيْهُ مُولَانا ظفر علی خاں۔

فَاتَّى الْقَوْمَ يَا خِرَاعٌ وَلَا  
يَدْخُلُكُمْ مِنْ قَتَالِهِمْ فَشُلَّ  
الْقَوْمَ أَمْشَأَ الْكَمْلَهُمْ شَعْرَ  
فِي الرَّاسِ لِإِنْشِرُونَ إِنْ قُتِلُوا  
إِنْ قُتِلُوا هُمْ شَعْرَ  
(اے قبیلہ خراع اور یغوثوں سے جھگک کرو اور ان سے رونے میں بزدلی نہ آئے پائیے ( مقابل)  
لوگ تمہاری ہی طرح ہیں، ان کے بھی سر پر بال ہیں، قتل ہو جانے کے بعد وہ بھی زندہ  
نہ ہوں گے).

انکار آخرت سے زندگی کا جو مادی اور علیش پرستاد نقلہ لنظر قائم ہوتا ہے، وہ جاہلیت میں بھی تھا، وہ کہتے تھے کہ موت تو برجت ہے، پھر زندگی کے یہ چند دن (جن کے بعد کوئی زندگی نہیں) تشنگی اور محرومی میں کیوں لگزدیں، تنشہ ل جان دینے سے تو سیراب ہو کر مرتباً بہتر ہے، چنانچہ جاہلی نوجوان شاعر طرفت بن العبد اس ذہنیت کی سچی نمائندگی کرتے ہوئے کہتا ہے۔

وان اشهد اللذات هل انت مخلدی  
 الایتها الزاجری احضر الوغای  
 فان كنت لاستطیع دفع منیتی  
 قدعنی اباد رهاب ساملکت یدی  
 کریم برقی نفسہ فی حیاتہ  
 ستعلم ان متناغدا اینا الصدی  
 ۵۰  
 (۱) اے میرے اس بات پر مجھے لامت کرنے والے کمیں رواں میں شرکیں ہوتا ہوں اور زندگی  
 کے منے و ٹھاہوں ذرا یہ تو بتائیا تو مجھے ہمیشہ زندہ رکھ سکتا ہے؟  
 (پس اگر تو میری موت کو ٹال نہیں سکتا تو مجھے اپنی تمام دولت کے ساتھ اس سے بعقت  
 کرنے دے (کہ میں اس سے پہلے اپنے وصیل پورے کروں)  
 (میرا گناہ کیا ہے؟ ایک جو صلمند آدمی ہوں جو اپنی زندگی میں اپنے دل کی بیاس بھاٹا

ہے کل کو جب تم مر جائیں گے، یہ حکوم ہو جائے گا کہ ہم میں کون پیاسا مارے۔  
 ایسے خالص حصی اور جاہلی ماحول میں زندگی کا (عیش و لذت سے) بلند تر مقصد  
 نام فرمودیا اپنے ہمارے قوت و مردگی کی رہ جاتا ہے، جاہلی دماغ اس سے زیادہ بلند پروازی کی  
 طاقت نہیں رکھتا، اچانپو چو صلمند شاعر اپنے سچے جذبات بیان کرتا ہے

وَلُوكَثَلَاثٌ هُنَّ مِنْ عِيشَةِ الْفَتَىٰ      وَجِيدٌكَ لِمَا حَفَلَ مَقْتَىٰ قَامَ عَوْدَىٰ

فَمَتَهُنَ سَبْقَيِ الْعَادِلَاتِ بِشَرِبَةٍ      تَكْيِيتَ مَقْتَىٰ مَا تَعْلَمَ بِالْمَاءِ تَرْبَدٌ

وَتَقْصِيرُوْمَ الدَّجَنِ وَالدَّجَنِ يَجْبَ      بِيَهْكَةٍ تَحْتَ الْخَبَاءِ الْمَعَمَدٌ

وَكَرَّى اذَانَادِيِ الْمَضَافِ مجْتَبَا      كَسِيدَ الْفَضَابِهَتَهِ الْمَتَوَدَّدَ

(اگر تین چیزیں نہ ہوتیں جو سرا بیوائی ہیں تو تیری قسم مجھے اس کی کوئی پرواہ نہ ہوتی کہ مجھے

مرض موت کب پڑیں آتا ہے)

(ان میں سے ایک چیز یہ ہے کہ لامست کرنے والی عورتوں سے بھی پہلے اللہ کر ایک انزوںی

جام پڑھا لوں جب یہی اوپر سے پانی ڈالنے کی وجہ سے جھاگ احتاہے)

(اور ایک خوشنگوار بدلی کے دن کو ایک خیمہ کے اندر ایک ہوش کے ساتھ گزار کر محقر کرتا)

(اور ایک ستم رسیدہ آدمی کی دہائی دینے پر ایسکی رفتار گھوڑے کو ایک ناچھضا کے پھیریتے

کی طرح (پر ہوش اور تیر رکتا ہے) جو گھاٹ پر پانی پینے کو جارہا تھا، اور تم نے اس کو

چھیر دیا،

ان خیالات کے ساتھ ایک خاص قسم کا جاہلی فلسفہ پیدا ہوتا ہے، اس لئے کہ بداؤت  
 اور بہالت کا کوئی ادنیٰ دور بھی بغیر فلسفہ کے نہیں ہوتا، اس فلسفہ میں تمام جاہلی علم کی طرح

اہ سب معلقة، معلقة طرف بن العبد۔

سطحیت پائی جاتی ہے ظاہری چیزوں سے استدلال قیاس من الفارق، حاضر کو غیر موجود پر ترجیح اس کے لوازم میں سے ہے، جاہلی شعر نے اپنے ان خیالات و جذبات کے ساتھ اس فلسفہ کا بھی انہا کیا ہے، جو بعض مواقع پر صحیح ہونے کے باوجود اس جاہلی روح اور جاہلی فکر سے خالی نہیں، مثلاً سابق الذکر شاعر عطاء کہتا ہے کہ اختیاط و بے اختیاطی کا تئیج مررنے کے بعد ایک ہے، اختیاط اور غیر اختیاط آدمیوں کی قبروں کو دیکھو میں کے دو ڈھیر ہیں جن پر تھکر کی پچھے میں جوڑی گئی ہیں، شاعر اگرچہ شالا یہاں بخیل و حریص اور ایک سرف و عیاش آدمی کا مقابلہ کر رہا ہے گر دراصل اس کا خیال انہی حدود میں محدود نہیں وہ کہتا ہے۔

امی قبر غلامہ نفیل بمالہ      کتب غلوی فی البطلة مفسد  
تری جنتوتین من تراب عليهمما      صفات صدر من صفحی مصمد  
(میں ایک بڑے بخیل و حریص آدمی کا قبر اور ایک فریب خوردہ بیکار دولت اڑانے والے اور بجا ٹنے والے کی قبر میں کوئی فرق نہیں پاتا تم کوئی کے دو ڈھر میں گے جن پر حضرو ط پتھر کی سیلیں جوڑی گئی ہوں گی)۔

ان نفسی خصوصیات کے ساتھ جاہلیت کی اجتماعی زندگی میں ایک مخصوص قسم کا حصی علم الادلاق بھی پایا جاتا ہے، تقریباً جاہلیت کے کھروں میں (اگر اس میں خاص تاریخی حالات کے بناء پر زنا نہیں اور تنہ نزیداً ہو جائے) دلیری اور جنگجوی بہترین مردانہ خصائص اور قابل فخریات بھی جاتی ہے، خواہ وہ بے مقصد اور بے محل ہو جنک بجا ہے خود بلا کسی بہتر مقصد و نیت اور ضرورت کے مستحسن سمجھی جاتی ہے، اس چیز میں اتنا غلوت ہوتا ہے کہ جاہلی قوموں اور قبائل کو جنگ کے بغیر بہت اشکل ہوتا ہے، ان کو جب کوئی حربیں نہیں تھیں

تو اپنے طیعت ہی پر جلا کر کے اپنی اس عادت کو برقرار رکھتے ہیں، ایک شاعر قطامي اپنے قبلہ کے مشغله جنگ کو ٹڑی صفائی کے ساتھ بیان کرتا ہے۔

**وَلِهِيَانَاعِلَى بَكْرٍ وَخِيلًا** اذا مالِمُفْدَلَا اخْنَانَا

(او کبھی ہم اپنے بار قبیلہ بنی بکر ہی پر جلا کر دیتے ہیں، جب ہم کو اپنے بھائیوں اور طیفون کے سوا کوئی نہ لے۔)

جنگ محض جنگ اور انہماروت کے خاطر خاص جاہلی جذبہ ہے اور یہ جذبہ تہذیب نہ تندر و تہذیب میں اکثر ابھرتا ہے، ایک جاہلی شاعر بڑے پر لطف انداز میں اپنے اس بتیا باز جذبہ کو ظاہر کرتا ہے کہ جب میرا گھوڑا بوجاۓ اور اس کی پیٹھی سواری کے قابل ہو جائے تو خدا تعالیٰ میں جنگ چھپر دے تاکہ مجھے اپنے گھوڑے کے بوہر کھانے کا موقع لے سے

**اذا ملَهَتُ الشَّقَرَاءَ ادْرَكَ ظُهُورَهَا** فَشَبَ الْاَلَّهُ الْحَرَبُ بِينَ القَبَائلِ

**وَأَوْقَدَ نَارَابِينَهُمْ بِضَرَامَهَا** لَهَا وَهِجَّ لِلْمَصْطَلِي غَيْرَ طَائِلٌ

(جب میرے سرخ رنگ کے نوع گھوڑے کی پیٹھی سواری کے قابل ہو جائے تو خدا تعالیٰ

کے درمیان جنگ چھپر دے اور اس کی آگ ان کے درمیان بھرو کا وسے جس کی آنچ

تاپنے والے کے لئے مفید نہیں ہے)

جاہلی قوم میں اگر اتحاد و تعاون بھی ہوتا ہے تو اس کے کچھ شرائط اور حدود نہیں ہوتے، یعنی اس میں معیار حق و باطل نہیں ہوتا، بلکہ محض حمایت کا جذبہ اور جماعتی عصوبیت کا فرما ہوتی ہے، یہ نہیں دیکھا جاتا کہ کس طرف بلا یا جا رہا ہے، اور اس پریز کے لئے مدد مانگی جا رہی ہے، بلکہ یہ دیکھا جاتا ہے کہ کون بلا رہا ہے، اور کون مدد

لے حاصلہ باب الحکماء تھے ایضاً

انگر رہا ہے، اس محیت جاہلیت کو مقبول عام جملہ خوب ادا کرتا ہے۔ ۴

### انصار اخلاق ظالماء اور مظلومین

(پنچ بھائی کی ہر حال میں مدد و نواہ ظالم ہونا وہ ظلم)

جاہلی شاعر کہتا ہے۔

ان انالم انصر اخلي و هو ظالم علی القوم لم انصر اخلي هين ظالم

راگریں تے اپنے بھائی کی ظالم ہونے کی حالت میں مدد کی تو میں اس کی مظلوم ہونے

کی حالت میں بھی کیا خاک مدد کروں گا۔)

یہ سئی اور مادی تمدن چونکہ دنیا کا سب سے عام اور مقبول تمدن ہے، اس لئے  
اس کے خدو خال پیش کرنے میں ذرا تفصیل سے کام یا گیا۔

### عقلی تمدن

تمدن و تہذیب کی طویل تاریخ میں ہمیں کسی ایسے تمدن کا علم نہیں جس کو  
خاص عقلی تمدن کہنا صحیح ہو، اور جس میں کوئی چیز اس وقت تک اختیار نہ کی جاتی ہو  
جب تک عقل کی کسوٹی پر کس کردیکھنے لی جائے اور عقل اس کے جواز یا استحسان کا  
فیصلہ نہ کرے ایسا تمدن اگر وجود میں آجھی جائے تو لوگوں کی زندگی دشوار ہو جائے۔

له حافظ ابن حجرؓ نے فتح اباری میں شہود امام لغت مفضل صنیعؓ کے والہ سے بیان کیا ہے کہ جاہلیت میں سب سے  
پہلے جس نے یہ جملہ کہا ہے جنبد بن عنبرؓ ہے اس سے مراد بالکل اس کا ظاہری لفظی فہروم ہے۔

له عقلی تمدن بھی جیسا کہ آگے واضح کر دیا گیا ہے دراصل حقی اور مادی تمدن ہی ہے، لیکن پونکہ اس کے متعلق  
عقل ہونے کی عام غلط فہمی ہے اس لئے ہم نے اس کو علیحدہ اس عنوان کے تحت ذکر کیا ہے۔

اور خود اس تدرن کا دن دو دن سے زیادہ جینا مشکل ہو، بقول ایک مغربی ادیب کے آنسان اپنی زندگی اور اپنے افعال میں بُرَبَّت عاقل کے غیر عاقل زیادہ ہے۔ تدرن کے متعلق بھی یہ کہنا صحیح ہو گا، نظریات و افکار، عقائد و خیالات، رسم و حادثات، اصول معاشرت، اخلاق و تہذیب کسی کے متعلق یہ دعویٰ کرنا صحیح نہیں ہے کہ ان کی بنیاد عقل خالص پر ہے، اور عقل ان کے رو و قبول کا معیار کامل ہے، ان میں سے اکثر چیزیں عقل سے مشورہ لئے بغیر وجود میں آجائی ہیں، پھر عقل کا فیصلہ ان کے حق میں غیر مسروع ہوتا ہے یا عقل خود ان کو مندرجہ ذیل دیتی ہے، اور ان کی طرف سے وکیل بن جاتی ہے، یونان کے پیشہ عصمت فروشی اور خلاف فطرت جرائم کی یونانی عقل لے کر کیا صفائیاں پڑنے لئے کیں اور کیسے کیسے نکلنے لئے سیافی کی تصریحات کے لئے جس سے بڑھ کر خون آشامی اور شقاوت کا فعل نہیں ہو سکتا، روی عقل نے کیا کیا تاولیں نہیں کیں اور اس کی معصومیت پر کیسے کیسے دلائل قائم نہیں کئے، جاہلیت عرب کی رسم و ختنکشی اور بہنوستان کی سنتی کی رسم کے متعلق اس وقت کے عقلاً کیا کیا فلسفہ بیان نہیں کرتے ہوں گے، لیکن اس سے خالق اشیاء تبدیل تو نہیں ہو جاتے اور وہ تدرن عقلی تو نہیں کہلایا جاسکتا۔

تدرن و اجماع تو بعد کی چیزیں ہیں، ان کے خمیریں تو عقل کے علاوہ اور بہت سماں چیزیں داخل ہیں، حکمت و فلسفہ بھی غیر عقلی عناصر سے پاک نہیں۔

یونان کے فلسفہ میں بوجعل انسانی کا جو ہر سمجھا جاتا ہے، یونانیوں کے علم الاصناف (MYTHOLOGY) اور یونانی توهہات اور افسانوی اعتقادات کا لکھنا بڑا حسدہ ہے، افلاطون و ارسطو ہی اپنی مسلم حریت تکر کے باوجود اپنے ماحول کے اثرات اور

مسلمات سے آزاد نہ ہو سکے۔

دنیا کے جن تدوں کو پہلی اور سطحی نظر من عقلی اور علمی تدوں سمجھا جاتا ہے، اگر ہی اور تنقیدی نظر کے بعد وہ خالص حصی اور مادی تدوں ثابت ہوتے ہیں، ان میں سب سے زیادہ فرب یورپ کے موجودہ تدوں کا ہے جو یورپ کے ساحراں پر ویکینڈ سے انسانی تاریخ کا سب سے زیادہ عقلی اور علمی تدوں تسلیم کیا جاتا ہے، حالانکہ فلسفہ اجدید کا ہر طالع علم جانتا ہے کہ اس کی تاریخ ہی عقلیت کے خلاف.... جیلت اور تحریبیت کی بغاوت سے شروع ہوتی ہے اور اس کا انجام عقل پر مادہ روح پر حواس اور اعتقاد پر تحریب کے انہائی غلبہ اور فتحندری کی صورت میں ظاہر ہوا، استڑ ہوں صدی عیسوی سے یورپ کے فلسفہ و حکما اجتماعیں و اخلاقیں نے عقل کے خلاف جنگ عظیم شروع کی انہوں نے نقارہ کی پھوٹ پر کہا کہ حقائق میں سے جو چیز تحریر میں نہ آسکے، موجودات میں سے جو چیز نہیں ہے انہوں نے بالاعلان اس کی دعوت دی کہ کائنات پر غور آزاد ان طریقہ پر ہو جس کی بنیاد کسی مابعد الطبیعی نظریہ یا کسی مافق البشریت کے وجود پر نہ ہو، انہوں نے مادہ اور حرکت کے علاوہ کسی اور طاقت کے وجود کو تسلیم کرنے سے انکار کیا، اور صاف صاف کہہ یا کہ اس عالم میں کوئی نفسی یا روحی یا عقلی قوت کام نہیں کر رہی ہے کائنات کی سیکانکی توجیہ ہی مدلل اور علمی طریقہ قرار پایا، اور اس کے علاوہ ہر تو جیسے ہر طریقہ فکر ہر طرز استدلال غیر معقول اور غیر علمی ٹھیک رفتہ رفتہ یہ طبیعت، یہ سیکانکی ذہنیت اور یہ تحریبیت و افادہ بین ساری زندگی پر چھا گئی۔

اخلاق و معاشرت، سیاست و اجتماع سب کی بنیاد ہی تحریر اور افادہ فرار

پایا اور زندگی کا کوئی مخفی گوشہ قلب و دماغ کا کوئی ادبی سے ادنی ریشہ بھی اس اثر سے محفوظ نہ رہا۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یورپ کے لٹریچر میں جس قدر عقل اور فطرت کے الفاظ کا استعمال ہوا ہے، اثابید کسی لفظ کا نہیں ہوا، اور یہ دونوں الفاظ یورپ کے لئے جو شش اور ان کے دماغوں پر جواہر رکھتے ہیں، وہ اثر کم الفاظ کو حاصل ہو گا، لیکن ان الفاظ کی تحقیق کیجئے گا، اور زندگی میں ان کی تشریکیات دیکھئے گا تو ثابت ہو گا کہ عقل سے ان کی مراد عقل جیوانی ہے (اگر تعبیر صحیح ہو) جو محسوسات اور تجربہ کی پابندی ہے اور جس کے نزدیک ان دو کے علاوہ ہر چیز بے حقیقت اور خلاف عقل ہے، اس تھوڑی حد تک کا ایک عالم اس خیال کی اس طرح ترجیحی کرتا ہے:-

”ہمارے علم کے نتائج صرف ریاضی کے ذریعہ سے پوری طرح یقینی

ہو سکے ہیں، عقل تجربہ کا حاصل ہے لہذا زانہ کی پیداوار ہے وغیرہ“

تخیلات قابل رو ہیں جن کی تائید تجربہ سے نہیں ہوتی کیونکہ تجربہ ہی

تمام علوم کی ماں ہے۔“

اسی طرح فطرت سے مراد فطرت جیوانی ہوتی ہے، جو ہر قسم کے لطیف احساسات، اخلاقی ضمیر، اور تسلیم اور عقل سلیم دونوں سے آزاد ہوتی ہے، جو ہر قسم کی پابندیوں اور حدود سے گھبرا تی ہے، جس کا تقاضا صرف یہ ہے کہ انسان کھائے، پیے اور آزاد ہے، پرانچے جن چیزوں کے مقابلہ میں اور جن مواقع پر یہ لفظ بولا جاتا ہے، ان سے صاف تعین ہوتی ہے کہ اس سے فطرت بھی کے علاوہ اور کچھ مراد نہیں۔

(HEROLD HOFFDRING) (LEONARDO) تاریخ فلسفہ جدید از اکٹر برلن ہوفڈرنگ ۱۹۰۰

حتی تدن اور علم میں انسان کے ایک ترقی یافتہ حیوان ہونے کا احتمال اور سرجنیل  
ہوتا ہے، یورپ کے تحقیقی اور علمی دو دنیوں اور ایک مفصل و مدل علمی (سانشک) تحقیقت  
بھی گیا، اور یہ نظریہ ساری زندگی کے جسم میں روح کی طرح سراست کر گیا، انسان کی سعادت  
اسی میں سمجھی جانے لگی کہ وہ اپنی اصل اور فطرت سے قریب سے قریب تر ہو۔

اس کا فطری انقنا یہ ہو کہ انسانی زندگی کا مقصد اعلیٰ اور کمال مطلوب لذت و تجسس  
(ENJOYMENT) قرار پایا، ایرانی شاعر نے جس مقصد کو "بیش کوش کر عالم دو بارہ نیست"

کی شاعر ان زبان میں ادا کیا تھا، عربی شاعر نے جس کو اس لطافت سے کہا تھا ہے

کردیم بر قدی نفسہ فی حیاتہ ستعلمن ان متنا عدداً الینا الصدی

(میراگناہ کیا ہے؟ ایک حوصلہ نہ آدی ہوں، جو اپنی زندگی میں اپنے دل کی پیاس بجھاتا

ہے، کل کو جب ہم رحمائیں گے، یہ معلوم ہو جائیگا کہ ہم میں کون پیاس اسرا ()

اور ہندوستانی شاعر نے جس کو زندگی کی بے ثباتی کے پردہ میں یوں بیان کیا تھا

ساقی ہے ایک بیمگل فرست بہار

خالم بھرے ہے جا تو جلدی کچ کمیں

مزب کی حقیقت پسند اور صاف گوزبان نے استعارات و کنایات کا پردہ اٹھا کر اور

اس کے بھج کر کے صاف صاف یوں کہا (EAT AND DRINK AND BE MARRY)

"کھاؤ پیو اور رست رہو۔"

یہی مادی اور خود غرضانہ ذہنیت زندگی کے تمام شعبوں میں جلوہ گر ہوئی، معاشریت

میں اس نے سرمایہ داری کی شکل اختیار کی، سیاست میں اس نے ملک گیری اور اقتدار کا

رنگ اختیار کیا، نظریات و افکار میں بھی دو مقابل پہلوؤں میں سے مفرنجے اسی پہلو کو اختیار

کیا، جو زیادہ حستی اور مادی تھا، شلائنا نہ ہب یا وحدت خیال کی بنا پر جو بین الاقوامی اتحاد ممکن ہے، اس کے مقابلہ میں ایک قومیت یا ایک نسل یا ایک وطنیت کی بنا پر اتحاد زیادہ حستی اور مادی ہے، اور جو اس کے لئے اس میں زیادہ کشش ہے، چنانچہ یورپ کا انتخاب میں الاقوامیت اور انسانیت کے مقابلہ میں قومیت اور نام روئے زمیں کو اپنا دن سمجھنے کے بجائے محدود جزر افیالی وطنیت تھا، مغرب میں دین کا اثر جتنا کمزور ہوتا گیا، اور حسیت اور مادیت کا جتنا غلبہ ہوتا گیا، قومیت اور وطنیت کا جذبہ اتنا ہی قوی ہوتا گیا گویا یہ دونوں نہ راز و کے دو پروں کی طرح ہیں کہ ایک جتنا جھکتا ہے دوسرا اتنا ہی اونچا ہو جاتا ہے۔ یورپ کے جدید امپریجمر میں روحانیت (SPIRITUALISM) کا لفظ بھی کافی بچپی کے ساتھ آتا ہے، لیکن اس سے سمجھنا صحیح نہیں کہ وہ کوئی روحانی تحریک اور تزکیہ نفس اور صفائی قلب کا کوئی نظام ہے، یعنی انسان کی چند مخفی طاقتیوں کی پروردش و ترقی اور ان کے عجائب اور شعبدوں کا مظاہر ہے، جو سر زیم کی طرح ایک مرتب فن (SCIENCE) اور ایک صنعت (ART) بن گیا ہے، اور جس کا اخلاق اور خود روح پر کوئی اثر نہیں۔

یورپ پر اکاپورا لفظاً لاذہب بھی نہیں، اس کا بڑا حصہ مذہبیاعیانی ہے، لوگ تو لار کے دن چرچ میں جمع ہوتے ہیں، مسیحی رسوم و تقریبات ملک میں شان و شوکت کے ساتھ منائی جاتی ہیں، اور مذہب کے بہت سے مظاہر دیکھنے میں آتے ہیں، لیکن درحقیقت یورپ کا مذہب صرف مادہ پرستی ہے۔

ایک صحیح الفکر مسلمان یورپ میں یورپ کی موجودہ زندگی اور اس کی مادہ پرستی پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

له محمد صاحب سابق (LEOPOLD WEISS)

"متوسط ایورپین خواہ وہ جمیوری ہو یا فاشستی سرایہ دار ہو یا اشتراکی  
 صناع اور دستکاری ہو یا مانعی کام کرنے والا صرف ایک اشائی نہ ہب جاتا ہے  
 مادی ترقی کی پرستش اور یقین کر زندگی کا مقصد و حیدر زندگی کو مسلسل آسان  
 سے آسان تراویر (جدید تعمیر کے مطابق) "نظرت سے آزاد" بنانا ہے اس  
 نہ ہب کے عظیم اشان کا رخانے اینما کیمیا و می محل، ناچ گھر اور کھلی کے کارخانے  
 ہیں اور اس نہ ہب کے پارہی میکڑا بھیزیر قلم اٹار مکل تھا اور کارڈ قائم کرنے  
 والے ہو باز ہیں، وقت اور سرت کے اس چورپن کا لازمی تیج وہ حریت گروہ اور  
 جماعتیں ہیں جو کیل کانٹوں سے لیں اور ایک دوسرے کو تباہ کرنے کے لئے  
 تیار ہیں، جب بھی ان کا مفاد ایک دوسرے سے مکاری نہیں فقط وہگاہ  
 سے اس کا تیج یہ ہے کہ انسانوں کی ایک ایسی تعلیم پیدا ہو گئی ہے جس کی اخلاقی  
 علی افادات کے سوال کے اندر مصروف ہے اور جس کے نزدیک خیر و شر کا بلند  
 ترین معیار مادی کامیابی ہے، مغرب کی معاشرتی زندگی موجودہ زمانہ میں  
 جسی گھری تبدیلی سے گزر رہی ہے اس میں نئی اخلاقی افادات روز بروز  
 زیادہ سے زیادہ نمایاں ہوتی جا رہی ہے اور تمام محاسن جو سائنسی کے  
 مادی مفاد پر برداہ راست اثر انداز ہوتے ہیں، مثلاً صنعتی قابلیت  
 وطن پر کوئی قوم پرستانہ احساس جاعت ان کی عظمت بڑھتی جا رہی ہے  
 اور ان کی قیمت میں بعض اوقات غیر معقول طریقہ پر بالذکر کیا جاتا ہے  
 اس کے مقابلہ میں وہ محاسن جس کی ابھتی تک محض اخلاقی حیثیت سے قیمت  
 نہیں، مثلاً محبت پروری یا ارزدواجی و فادری وہ بڑی سرعت کے ساتھ

اپنی اہمیت کھو رہے ہیں، اس لئے کہ وہ سوسائٹی کو کوئی خایاں نہیں ماندی فائدہ  
نہیں پہنچاتے، اس زمانہ کی جگہ جس میں خاندانی روایت کا استحکام ہی خاندان  
او قبیلہ کی خیر و فلاح کے لئے ضروری تصور کیا جاتا تھا، اغرب جدید میں  
اس زمانے سے ملے ہے، جو دیسی تزعیونات کے تحت اجتماعی تنظیم کرتا  
ہے، ایک الائچی سوسائٹی میں جو بنیادی طور پر صفتی ہے، اور جس کی تفہیم ملکی تیز  
رفتاری کے ساتھ خالص میکانی خطوط پر کی جا رہی ہے، ایک فروکار بر تاؤ  
اپنے والد کے ساتھ کوئی معاشرتی اہمیت نہیں رکھتا، جب تک کہ یہ افراد  
اس عام معیار شرافت کے حدود کے اندر ایک دوسرے سے برتاؤ کر سکتے  
ہیں، جو سوسائٹی نے افراد کے باہمی برتاؤ کے لئے مقرر کر دیا ہے، اس کا  
نتیجہ یہ ہے کہ یوں ہمین باب کا اقتدار اپنے میٹی پر بر اکم ہوتا جا رہا ہے، اور  
میٹی کے دل میں اپنے باب کی طرف سے عزت و احترام کا جذبہ بروز وہی  
ہے، ان دونوں کے باہمی تعلقات تیزی کے ساتھ قابو سے باہر ہوتے جائے  
ہیں، اور جملہ ایک الائچی سوسائٹی کے ذریعہ ان تعلقات کا خون ہو رہا ہے،  
جس میں افراد کے حقوق باہمی کے نسوز کر دینے کا رجحان پایا جاتا ہے، اور  
جس کا منطقی نتیجہ یہ ہے کہ خاندانی رشتہ داری کے پیدائشی ہوئے حقوق بھی  
ختم ہوتے جاتے ہیں۔

### اشراقی تدن

اشراق و اس پرستی اور رادیت کا بالکل ضد ہے، جو اس پرستی میں جس طرح

روح اور اس کے متعلقات کا انکار ہے، یا ان کو نظر انداز کیا جاتا ہے اس شرط میں جسم اور مادیت کے خلاف جنگ کی جاتی ہے، اس کی بنیاد اس تصور پر ہے کہ انسان کا جسم لیک قفس ہے، جس میں طاڭر روح مقید ہے، وہ قفس اس کی ہر قسم کی ترقی اور پرواز میں حلیج ہے، روح اپنے گز اصلی اور حشریہ حقیقت سے اس وقت تک اتصال پیدا نہیں کر سکتی، جب تک کہ اس قفس سے آزاد نہ ہو، اس لئے یا تو اس قفس کو توڑ دیا جائے یا اس کی تیلیوں کو اتنا کمک درکرو دیا جائے کہ طاڭر روح جب چاہے آزاد اپنے آشیانہ کی طرف پرواز کرے۔ اشراقیتِ جدیدہ کا دوسرا امام پار فرمی کہتا ہے کہ فلسفہ کی غایت ہوت کا حصول و قرب ہے، اس لئے کہ اس سے جسم و روح کا انفعال حاصل ہوتا ہے جو زندگی کا اصلی مقصود ہے، اسی مذہب کے دوسرے ائمہ کہتے ہیں کہ:-

”انسان کے لئے سب سے بڑی مصیبت لذت و سرت ہے کہ اسی کے باعث روح کو جسم سے دا بستگی اور بچپی قائم ہو جاتی ہے، اور اسی کے باعث روح کا خضری و دانتیت اندر پڑ جاتا ہے، اور وہ روح حقیقت کو چھوڑ کر جسم کے بتائے ہوئے راست پر چلے لگتی ہے، فلسفہ کی تحصیل جو اس ظاہری کو مردہ کرنے کے بعد صرف خالص و بے آمیز عقل کی بنیاد پر ہونا ممکن ہے، جسم و روح کو گمراہ کرتا رہتا ہے، اور جب تک روح قید مادی میں گرفتار رہے، ہم کبھی حقائق اصلی کو نہیں پاسکتے۔“

اس اشراقی فلسفہ اور علم کا اثر جن جن مذاہب اور اخلاقیات پر ٹا ان میں جسم کی تعزیب، مادیت کا ازالہ محض فواہشات انسانی کا استیصال کلی، جذبات کشی، تجری و رہنمائی، اصول و فرائض میں شامل ہو گئے، اور اصولی طور پر یہ علم کریا گیا کہ جسمانیت و روحانیت

دواضد اور ہیں، جن کا اجتماع محال ہے، اور انسان کی سعادت اس میں ہے کہ وہ روح کے مقابلے میں جسم کو بالکل مغلوب اور نظر انداز کر دے۔

اس فلسہ کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ جسم اور اس کے متعلقات سے نہ صرف غفلت برقراری ہے بلکہ اس کے خلاف ایسا معاند از جذبہ پیدا ہوتا ہے، جو کسی راہ روکو والی سے تھکر کے مقابلہ میں پیدا ہوتا ہے جس سے اس نے بار بار ٹھوک کھائی ہوا یا ایک ٹھوڑا آشیان طارکے دل میں اپنے قفس کے خلاف پیدا ہوتا ہے، دنیا کو دار الحساب، زندگی کو ایک بارگراں اور دنیا وی تعلقاً کو طوق و سلاسل سمجھا جائز لگتا ہے، اور ظاہر ہے کہ یہ تصورات تمدن کی بنیاد ویں پرتشیش کا کام دیتے ہیں، اور ان سے کسی تمدن کی تحریب کا تو بخوبی کام یا جا سکتا ہے، لیکن کسی تمدن کی تعمیر کا کام قطعاً نہیں یا جا سکتا، حسیت و روحانیت خالصہ و انتہائی سروں پر ہیں، لیکن ان دونوں میں یہ ایک بڑا فرق ہے کہ حسیت دنیا میں اپنے اصول پر تمدن قائم کرنے میں آسانی سے کامیاب ہو جاتی ہے، لیکن روحانیت خالصہ کے فلسفہ پر کسی محدود سے محدود قبیلہ زمین میں بھی کوئی تمدنی زندگی ظہور میں نہیں آسکتی۔

اسی کا نتیجہ ہے کہ فلسفہ اشراق کے قبول کرنے والوں نے خارجی زندگی میں اشراقی اور روحانی اصول سے بالکل بہت کرمادی اور حسی اصول پر اپنی زندگی گزاری، ان کو اپنی زندگی میں روحانیت اور رادیت کے درمیان پیوند لگانا پڑا، وہ اپنی عبادت گاہوں میں اشراقی اور روحانی تھے، لیکن بساطیاً است پر خالص مادی اورستی تھے، اشوک جو ایک عقیدتمند اور پروش پرده تھا، اور ساتھی ساتھ ایک زبردست فرمان رواں کامیاب فارغ تھا، اس طرز عمل کا ایک نمونہ ہے، قسطنطین نے جب سیحیت (جو اپنے علمداروں کے ہاتھوں منع ہو کر ایک خالص روحانی اور اشراقی تعلیم بن چکی تھی) قبول کی تو اس نے بھی یہی

”و ملی“ اختیار کی اور سیاست کی روحانیت کے ساتھ بُت پرستِ قم کی مدت میں جو ملکیت کی تحریک کیا۔  
 مگر ایسا ہی شہر ہے تو با بلکہ جبکہ بی خالص روحانی تعلیم کو تمدن پر اثر انداز ہونے کا موقع ملے  
 جاتا ہے تو تمدن کو برابر زوال ہوتا جاتا ہے، اور قوم و تہذیب پر فرقہ عالم نزاع طاری  
 ہو جاتا ہے، اس وقت یا تو وہ قوم اور تہذیب صفویہ استی سے مت جاتی ہے، یا الگ اس قوم  
 میں مدافعت کی کچھ طاقت ہوتی ہے تو اس روحانیت خالصہ کے خلاف ایک زبردست  
 رد عمل شروع ہوتا ہے جو بالعموم مادیتِ حضن سے کم پر مقاعدت نہیں کرتا اور روحانیت کی  
 کسی شکل کے ساتھ کسی قسم کی مفاہمت یاد و اداری رواں ہیں رکھتا، یہ آخر الدارک صورت  
 یورپ میں پیش آئی، جہاں اولاد اشراقیت کے اثر اور ثانیاً نہیں ملے ٹیسوی کے نامندوں الحمد  
 علیہم براروں کی کمی فہمی اور حقیقت نہیں ہے، نا آشنا ای افسوس و تحریک سے کچھ دنوں کے بعد کی  
 نہیں ملے اشراقیت سے بھی زیادہ راہبیانہ اور فطری نظام بن گیا، ازدواج کو محیثت کیرو  
 طبق، انانث کے وجود کو دنیا کے لئے لعنت اور اس سے تعلق کو دینی ترقی میں سمجھے جائیں  
 سمجھنے کا اعتماد اصول نہیں ہے، داخل ہو گیا، اور اچھے اچھے تحریر علماء سیاست نے ملکیت  
 جو روہنیت کی تبلیغ کی ترویں و سطح کے بڑے بڑے مشہور راہب اور علماء بچوں کو ماؤں  
 کی گود سے نکال کر صحرائی پہنچانے اور راؤکوں کو اخواز کر کے راہب بنانے کا کام غیریہ انجام  
 دیتے تھے جسم کشمی خود آزاری اور خلاف فطرت ریاضتوں کے جوازہ غیر واقعات اور زادہ ہبہ  
 کے حصی درندوں کے خاروں اخشنک کندوں اور قبرتاونوں میں رہنے، سترلوشی کا کام جسم کے  
 بڑے بڑے بالوں سے لینے چوپا یوں کی طرح ہاتھ پیکرے بل چلنے، انسانی خود اک کے سجا ہے  
 گھافس کھانے سالی سال بھر ایک پاؤں سے کھڑے ہتھیں کی بجد و ایات میکی نے تبلیغ اخلاق  
 یورپ میں نظر کی تھی، ان سے ان پہا احتلالیں کا کچھ اندازہ ہو سکتے ہے، جو مسیح شدہ

میسیحیت نے انسانیت و تمدن کے حق میں کہیں تھیں۔

اس آدم بیزار اور مردم آزار نظام روحانی کا نتیجہ یہ ہوا کہ عیسوی سلطنت اور نبی رب کا جہاں جہاں اثر تھا، تمدن کی بنیاد میں ہل گئیں، لیکن کی آبادی سرعت کے ساتھ گھلنے لگی، امر ارض، موتلوں اور قحط سالیوں کی کثرت ہوئی، تعلیم فنا ہونے لگی، شہریت کے آثار مفقود ہوئے لگے اور اسئل حیات برائے نام رہ گئے اور پوری سیکھ دنیا میں جہالت و حشمت اور تاریکی کا درود و درود ہو گیا، یہاں تک کہ "قرون وسطیٰ" قرون مظلمه کا ہم معنی قرار پائیں۔

اس صورت حال کے خلاف رو عمل ہونا بالکل طبی امر تھا، یہ رو عمل ہوا، اور جب انہیوں صدی میں روحانیت اور دینہ بانیت نے آخری شکست کھائی تو جدید یورپ مادیت پر اس طرح گراجس طرح کوئی فاقہ زدہ اور ٹنڈیہ انسان کھلنے پر گرتا ہے، یہ مادیت اس ظلم کا انتقام تھا، جو سیکھ را ہبھوں اور را باب کلیسا نے کئی سورج س تکلہ انسانیت اور تمدن پر روا کھاتھا یہکن یہ انسانیت پر ایک دوسرا ظلم تھا، اور اس کا فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ کون سا بڑا ظلم ہے، اور کس میں جو ہر انسانیت کی زیادہ ناقدری ہے یہ پیشوی کبھی مشکل ہے کہ اس ہمیاز بلکہ درندوں کی مادیت اور اس میکانیکی جمادات کے خلاف رو عمل کب ہو گا، اور وہ کہا جا کر کے گا۔!



## سوالات کے جواب کی دوسری راہ

### رسالت

اس ساری بحث و تدقیق کا حاصل جس نے آپ کا اتنا وقت لیا یہ ہے کہ انسان کی تمام ظاہری اور باطنی قوتیں، اس کے حواس، اس کی عقل اور اس کا حاصلہ باطنی، اس کا مشاہدہ باطنی، سب اس کے ان اہم اور بنیادی سوالات کے جواب دینے سے قاصر ہیں، اور انسان نے اپنی پوری تاریخ میں ان قتوں کے ذریعے جب ان سوالات کے جواب دینے کی کوشش کی تو وہ ناکام رہا، اور ان مشتبہ اور قیاسی جوابات اور مفروضات پر جب اس نے اپنی زندگی اور تمدن کی کوئی عمارت بنائی تو اس کی بنیاد میں کوئی ایسی کجھی پیدا ہو گئی جس سے اس کی دلوار شریعت کو رہی۔ لیکن کیا ہم اس سلیمانی تجھ پر قائم ہو سکتے ہیں، اور کیا ہم کو فیصلہ کر لینا چاہئے کہ درحقیقت ان سوالات کے جواب موجود ہیں نہیں؟

ہم جب کائنات پر نظر ڈالتے ہیں، اس کی وسعت، اس کی غلطت، اس کی صفت اور حکمت، اس کے قوانین کی ہمہ گیری، اس کے خواص کا اعتدال، اس کے اجزا کا تناسب اور ان کا باہمی تعاون دیکھتے ہیں تو ہماری عقل سلیم یہ فرض کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتی، کہ یہ کارخانہ بغیر کسی بنانے والے کے بن گیا، بغیر کسی چلانے والے

کے چل رہا ہے کوئی مقصد اور عرض و غایت نہیں رکھتا اور یوں ہی خود بخود ختم ہو جائے گا۔ اسی طرح ہم جب اس عظیم اشان انتہام کو دیکھتے ہیں، جو پیدائش سے مت تک انسان کے لئے اس دنیا میں کیا گیا ہے ان وسیع انتظامات کو دیکھتے ہیں، جو انسان کے لئے قدم قدم پر موجود ہیں، اس مرکزیت اور مقصودیت کو دیکھتے ہیں، جو انسان کو زمین کی اس بساط پر حاصل ہے، اس وافر سامان کا جائزہ لیتے ہیں، جو اس کی زندگی کے ایک ایک شعبہ کی تکمیل اور اس کی فطرت کے خفی سے مخفی مطالبات کی تغییل کے لئے زمین کے اس فرش پر پھیلا ہوا ہے، اس رہبری اور رہنمائی کا مشاہدہ کرتے ہیں، جو اس کی زندگی کے ہر موڑ پر اس کے لئے موجود ہے تو ہماری عقل باور نہیں کرتی کہ اس ہشم باشان انسان کی زندگی بھی بے مقصد ہے، وہ جانوروں اور حشرات الارض کی سطح سے بلند نہیں، اور یہ کہ اس کے لئے ان اصولی اور زندگی کے مرکزی سوالات کے بارے میں کسی رہبری اور رہنمائی کا انتظام نہیں، اور اس کے شعبہ روحاں کی تکمیل کا کوئی سامان نہیں۔

پھر ہم کائنات پر نظر ڈالتے ہیں تو ہم کو نظر آتا ہے کہ وہ انفرادی حیثیت سے نہیں بلکہ مجموعی حیثیت سے مکمل ہے، اس کے اجزا ایک دوسرے سے مل کر مجموعہ بناتے ہیں، جو ہر طرح مکمل ہے، ان میں سے کوئی ایک جزو کی قائم مقامی نہیں کر سکتا، انسانی نظام بھی اسی تعاون اور اسی تقسیم عمل پر مبنی ہے۔

اب ہم اس ذہنی نظر پر ہوتے ہیں کہ ہم کو ایک طرف بطور خوان مسائل کے حل کرنے کے بارے میں اپنا عجز تسلیم ہے، دوسری طرف ہمیں اس کا اور اک ہے کہ ان مسائل میں ہماری رہنمائی کے لئے خدا کی طرف سے انتظام ہونا چاہئے، ساتھ ہی

ساتھ ہمیں اس پر اصرار نہیں کہ انسانوں کا ہر فرد اس رہنمائی کے قابل ہو، اس لئے کہ یہ خالق کائنات کی سنت اور اس عالم کی فطرت کے خلاف ہے۔

### انبیاء اور کرام

اس موقع پر ہمارے سامنے ایسے انسان آتے ہیں، جن کا دعویٰ ہے کہ وہ خدا کی طرف سے ان سائل میں ہماری رہنمائی کر سکتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ اس حکیم کائنات نے اس عالم کے بہت سے اسرار ہم پر فاش کئے ہیں، اور ایک نیا عالم (عالم غیب) ہم پر نکلشافت کیا، جس کو جب وہ ہمیں دکھاتا ہے، اسی طرح دیکھتے ہیں، جس طرح تم اس عالم (عالم شہود) کو دیکھتے ہو، اس نے ہم کو اپنے دلی نشاپسندیدگی اور ناپسندیدگی اور احکام کا براہ راست علم بخشنا اپنے اور تمہارے درمیان ہمیں واسطہ بنایا اور ہم پر اپنا کلام نازل کیا، یہ انبیاء اور کرام کا گروہ ہے۔  
ان دعویٰ کرنے والے انسانوں کے متعلق بطور خود ہم کو چند اور باتوں کا علم ہوتا ہے۔

(۱) ان کے اخلاق نہایت بلند، ان کی سیرت بالکل بے واغ اور ان کی زندگی بالکل غیر مشتبہ ہے، کسی اوثی سے اوثی معاملہ میں ان کے متعلق کبھی بھوٹ اور غلط بیانی کا تحریر نہیں ہوا، اور کبھی انہوں نے کسی معاملہ میں کسی کو دھوکا نہیں دیا۔

لہ عین اصطلاح میں اس حقیقت کو کہتے ہیں جس کا مجرد حواس یا عقل خالص سے اور اک نزک بجا سکے۔ لہ پیغمبر اپنی قوم سے کہتا ہے "فَقَدِ الْيَتُّ فِينَمْ عُمَّرَ امْنَ قِيلَهُ أَفَلَا تَعْقِلُونَ" (سورہ یونس ۱۶) (میں ہمارے لئے کوئی نیا اور اجنبی انسان نہیں ہوں) ایک لمحی خاصی گمراہی صورت پر

(۲) وہ نہایت کامل العقل، صحیح الدماغ اور سلیم الفطرت انسان ہیں، جو تمام معاملات میں صائب رائے معتدل اور متوازن فہم رکھتے ہیں اور ان سے کبھی کوئی ایسی چیز سرزد نہیں ہوئی، جس سے ان کی صحت عقل، ہوشندی اور توازن دماغی پر شے ہو۔

(۳) وہ دنیا کے تمام معاملات میں (ان مسائل کے علاوہ) متوسط درجہ کے انسان اور معتدل سیرت کے لوگ ہوتے ہیں جن کو دوسرا دنیاوی مسئلہ اور علوم میں کسی امتیاز و تفوق اور مہارت خصوصی کا دعویٰ نہیں ہوتا۔

(باتی ص ۷۲ کا) اس دعویٰ سے پہلے میں نے تم میں بس کر کی ہے (تم نے مجھے اچھی طرح دیکھا جالا ہے، کیا کبھی میں جھوٹ بولا، کیا کبھی میں نے تمہیں دھوکا دیا، اب دفعتہ مجھے کیا ہو گیا کہ میں اتنا بڑا جھوٹ بولوں اور تمہیں اتنا بڑا فریب دوں)۔

لہ "مَآمِنَتْ بِنِعْمَةِ رَبِّكُوكَبِجَنَّوْنِ" (سورہ فلم ۲) (تم اپنے رب کے فضل سے کوئی دیوانے نہیں ہو) قُلْ إِنَّمَا أَعْظُمُكُمْ بِوَاحِدَةٍ أَنْ تَقُومُ مُؤْمِنُوَاتِهِ مَشْتَأْ وَفُرَادَىٰ ثُمَّ تَشْكِرُوْ وَأَمَا يَصْاحِيْ كُلُّ قُوَّتٍ حَتَّىٰ لَرَبَا ۚ (۲۶) (کہو کہ میں تمہیں ایک بات کا مشورہ دیتا ہوں کہ خدا کے لئے دو دو کر کے اور فروڑا فروڑا کھڑے ہو اور عنور کرو کہ تمہارے اس رفیق (پیغمبر کوئی سودا نہیں)۔

لہ قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَّرٌ وَّقُلْ لَكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ (سورہ کہفت ۱۱) (کہو میں تمہیں بسی ایک انسان ہوں، مجھ میں اور تم میں جو فرق ہے، وہ محض وحی کا ہے) وَمَا أَرْسَلْتَ أَهْنَ قَبْلِكَ لِلَّآءِ جَلَّ لَوْحِي إِلَيْهِمْ مِنْ أَهْلِ الْقُرْبَىٰ (سورہ یوسف ۱۰۹) (اور تم سے پہلے بیتیوں کے رہنے والوں میں سے مرد ہی بھیجی تھے جن کی طرف ہم وہی بھیجی تھے)

(۲) وہ ان غیبی مسائل میں الیسے معلومات کا اظہار کرتے ہیں، جن کا مأخذ بداہستہ وہ علوم نہیں معلوم ہوتے، بچوان کے معاصر انسانوں کے پاس ہوتے ہیں، وہ اکثر اپنے زمانے کے اصطلاحی علوم سے ناواقف ہوتے ہیں، وہ علوم و فنون کی اصطلاحی زبان استعمال نہیں کرتے، ہر قسم کے تکلف و تصنیع سے پاک ہوتے ہیں، حقیقت کا پیغمبر جس طرح ان کے دل پر گرتا ہے، اسی طرح ان کی زبانوں سے روان ہو جاتا ہے۔

لَهُ تِلْكَ مِنْ أَبْيَاءِ الْغَيْبِ لَوْجِيَّهَا إِلَيْكَ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَا أَنْتَ وَلَا قَوْمٌ كُنْ  
قَبِيلٌ هَذَا (سورہ بود ۲۹) (یہ غیب کی خبریں ہیں جن کو ہم وحی کے ذریعی تم پر صحیحیتیں انہم کو  
جانشی تھے پہلو اور زندگانی کی قوم۔)

لله و مَا كُنْتَ تَلُومُنَّ قَبْلِهِ مِنْ كِتَابٍ وَ لَا نُخْطِلُهُ بِمَيْنَاتِهِ إِذَا رَأَيْتَهُ  
الْمُبْطَلُونَ<sup>۲۸</sup> (سورہ فیکرہ ۲۸) تم بنوت سے پہلے نہ کوئی کتاب پڑھتے تھے، اور زندگی کو  
ایسے باخھ سے لکھتے تھے، اگر ایسا ہوتا تو اہل باطل کو شک کرنے کا موقع تھا۔

لہ وَمَا أَنَّا نِنْعَلُ لِقَبْيَنَ (سورہ حم ۸۶) (یہ تصنیع سے بالکل کام نہیں لیتا) گہہ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَى إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَى (سورہ الجم ۲-۳) (وہ ایسی خواہش نفس سے نہیں بولتا وہ محض وحی ہے جو اس کی طرف بھیجی جاتی ہے۔)

مُكْلِمًا يَكُونُ لَيْلَةً أَوْ بَدْلَةً مِنْ تِلْفَاتِي نَفْسِي إِنْ أَتَيْتُ  
إِلَّا مَا يُؤْخَذُ إِلَيْهِ (سورہ یونس ۱۵) کہو مجھے یہ حق نہیں کہ میں اس کو اپنی طبیعت  
سے بدل دوں میں تو اس کا پیروی کرتا ہوں جو میری طرف وحی کے ذریعے پہچانا جاتا

(۵) وہ ایک عرصت مک کوئی دعویٰ نہیں کرتے نہ دوسروں کو یہ امید ہوتی ہے، اور نہ خود ان کو توقع ہوتی ہے، کہ وہ مستقبل میں اس منصب سے سرفراز کئے جانے والے ہیں۔

(۶) وہ ابتدا ہی سے اخلاقی طور پر ممتاز اور اخلاقی کمزوریوں سے محفوظ رہتے ہیں، اور سلامت فطرت کا مکمل نمونہ ان میں نظر آتا ہے۔

(۷) ان کے علم میں دنیا کے علوم کی طرح تدریج نہیں ہوتی، ان پر حق دفعہ اور کامل منکشافت ہوتا ہے، عمر اور علم کی زیادتی سے ان کے خالق میں تبدیلی واقع ہے۔

لَهُ قُلْ نَوْسَأَ الْأَرْضَ مَا تَرَكَوْهُ عَلَيْكُمْ وَكَأَدْرَكَمْ بِهِ فَقَدْ لَيْلَتُ فِي كُلِّمَ  
عَمْرٍ أَقْبَلَ فَبِحِلَّةٍ (سورہ یونس ۱۶) (کہو اگر الشرچاہتا تو میں تمہیں وہ پڑھ کر نہ سناتا اور  
نہ تمہیں وہ اس سے واقع کرتا اس لئے کہ میں تم میں ایک اچھی خاصی عتریک تھیار ہا ہوں اور میں  
ذکوئی دعویٰ کیا نہ کوئی کتاب پیش کی)۔

۲۰ وَمَا كُنْتَ تَرْجُوا أَنْ يُلْقَى إِلَيْكُمُ الْكِتَابُ إِلَّا رَحْمَةً مِنْ رَبِّكُوكَ (سورہ صص ۸۹)

(تم کو خوبی یہ امیرہ سختی کہ تمہیں کتاب دی جائے گی، ایکن یہ سراسر الشرکی ہبر بانی ہے)۔

سَهْ وَلَقَدْ أَيْتَنَا إِنْبَرَاهِيمَ حِشْدَةَ مِنْ قَبْلِ وَكُنَّا لَهُ عِلْمَيْنِ (سورہ انبیاء ۱۵) (ابراهیم کو  
پہلے ہی سے سلامت روی سختی تھی، اور ہم ان سے پہلے سے واقع تھے) "أَذْلَهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَمْجَلُ"  
وَسَالَتَهُ (سورہ انعام ۱۲۲) الشر خوب واقع ہے کہ اس کی پیغامبری کا کام کون ہے۔

لَهُ أَفْلَانِيَدَ بِرَوْقَنِ الْمُؤْلَكَ وَلَهُ كَانَ مِنْ عَنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوْجَدُ وَاهِرٌ أَخْتَلَفَ الْكَلَّاشِيْرَا (سورہ النساء ۱۲۳) کہا وہ قرآن پر غور نہیں کرتے اگر وہ الشر کے سو اکسی اعد کا کلام ہوتا تو اس میں یا تو بہت بڑا احتظاہ ہوتا۔

(۸) ان کو اپنے حقوق کی صحت کا اس درجہ لقیدن ہوتا ہے، جس درجہ اہل علوم کو اپنے علوم کی صحت کا نہیں ہوتا، وہ تمام حقوق ان کے لئے گویاستی اور وجود انی ہوتے ہیں، جن میں کسی بحث اور محاولہ سے ان کو کبھی شبہ نہیں پیدا ہوتا۔

(۹) ان کے ان مسائل غیب کے علاوہ جن کو وہ اصول موضوع کی طرح تسلیم کرنے کا مطالبہ کرتے ہیں، اور جن کی عقل تنقید نہیں کر سکتی، باقی اور تفصیلات اور مسائل کی عقل پوری تائید کرتی ہے، اور ان میں اس کو بے شمار حکم اور مصباح نظر آتے ہیں، عبادات، اخلاق اور معاملات، تدبیر منزل اور سیاست دینیہ کا وہ ایک نہایت حکیمانہ نظام پیش کرتے ہیں، جس سے بہتر نظام دنیا کے حکماء پیش نہیں کر سکے، اور اس سے بہتر نظام دنیا کے تجربہ میں نہیں آیا۔

(۱۰) جن لوگوں نے ان کے اصول اولیہ تسلیم کر کے ان کی تعلیمات کو قبول کیا وہ علی اور اخلاقی حیثیت سے اپنے معاصرین اور عام انسانوں میں بہت ممتاز اور بلند سیرت بن گئے، ان کا سامنہ سیرت ان کی سی پاگیزگی، اخلاق، ان کی سی جاہیزیت اور ان کا ساتوازن و اعتدال، ان کی سی خدا ترسی، اور حق شناسی

لَهُ تُقْلِّدُ هُنَّةٌ سَيِّلَةٌ أَذْهَنُوا إِلَى الْهُدَىٰ عَلَىٰ بَصِيرَةٌ<sup>۱</sup> (سورہ یوسف: ۲۷) (کہ یہی میرا راستہ ہے جس کی طرف میں علی و جبرا البصیرت دعوت دیتا ہوں) "قُلْ لِلّٰهِ عَلَىٰ بَيِّنَاتٍ قُرْآنٍ"  
(سورہ النعام: ۵) (کہ یہی میں اپنے رب کی طرف سے ثبوت پڑھوں)

لَهُ وَيُعَلِّمُ لَهُ مُؤْمِنُ الْكِتَابَ وَالْمُحْسِنُ كُفَّارٌ<sup>۲</sup> (سورہ جمعہ: ۲) (پیغمبر ان کو کتاب اور مکملت کی تعلیم دیتا ہے)

دوسری اخلاقی و اصلاحی تعلیمات۔ کے پیروں میں نظر نہیں آتی۔

(۱۱) وہ مستقل علم غیب کے مدحی نہیں ہوتے اور ہر بات کا جواب اپنی طرف سے ہر وقت نہیں دے سکتے، بلکہ تنزیل اور "وحي" کے لئے ہمہ تن گوش اور سراپا پشم انتظار رہتے ہیں، اور ان کا اس پر کوئی اختیار نہیں ہوتا کہ جس وقت چاہیں، اور جس طرح چاہیں اس کو حاصل کر لیں، بعض اوقات یہ تنزیل اور "وحي" ان کی خواہش بعض اوقات ان کے قیاس اور عمل کے خلاف ہوتی ہے، اس میں

لہ اس کی شاہ پیغمبر و کے ساتھیوں کی تاریخ اور ان کی سیرت ہے، آخری پیغمبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں (صحابہ کرام) کی زندگی۔ دنیا میں محفوظ ہے ان تمام اوصاف میں جن کا اور ذکر کیا گیا، پیغمبر و کے بعد یہ فلک نے ان سے بہتر نہ نہیں دیکھا، قرآن اسی صفت کو لفظ تذکیرہ (پاک کرنا اور رانجھنا) سے یاد کرتا ہے (وَمِنْ كُفَّارٍ) پیغمبر اپنے ساتھیوں کو پاک کرتا ہے۔

لَهُ قُلْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ لَكَ الْحُكْمُ عِنْدِكَ حَرَأْتَ إِلَيْنَا أَنَّا أَعْلَمُ الْعِيَّبَاتِ وَلَا أَقُولُ لَكَ حُكْمَ  
إِلَيْيَ مَلَكَكُ إِنَّ أَتَيْتُ الْأَمَانِيْحَى إِلَيْكَ قُلْ هُنْ يَسْتَوْى الْأَعْمَى وَالْبَصِيرُ  
أَفَلَا تَتَفَكَّرُونَ" (انعام۔ ۵) (کہو میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب باتا ہوں اور نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں کوئی فرشتہ ہوں میں تو اسی پر چلتا ہوں جو میرے پاس اللہ کا حکم آتا ہے کہو کیا بینا اور زابینا برابر ہے کیا تم غور نہیں کرتے)

سَلَهُ قَدْ تَرَى تَقْلِبَ حَجَبَهُ وَفِي السَّمَاءِ" (سورہ البقرہ ۱۲۸) (اگر کے منہ کا بار بار آسان  
کا طرف (وھی کے انتظار میں) اٹھنا دیکھتے ہیں)

ان پر عتاب بھی ہوتا ہے، نصیحت بھی ہوتی ہے۔

(۱۷) ان کا الشر سے بے خصوصی تعلق معلوم ہوتا ہے، خدا کی تائید و نصرت اور کائنات کی طاقتیں ان کی پشت پر معلوم ہوتی ہیں، ان کی مدد اور بعض اوقات ان کی صداقت کے انہار کے لئے ایسے غیر معمولی واقعات پیش آتے ہیں، جو عالم کے عام قانون طبیعی اور سلسلہ اسباب کے خلاف ہوتے ہیں، اور انسانی ذہن و تجربہ خدا کی تدریت اور ان کی مقبولیت کے علاوہ ان کی ظاہری توجیہ و تبلیل سے قاصر ہوتا ہے، ان واقعات کے ظہور پر بھی ان کو کوئی اختیار نہیں ہوتا، اور لوگوں کی فرمائش کے باوجود بھی وہ اپنی مرضی سے ایسے واقعات ظاہر نہیں کر سکتے۔

۱۸ اس کے مقدمہ شواہد قرآن مجید میں موجود ہیں ملاحظہ ہو آیت "مَا كَانَ لِلنَّٰٓيْ وَالَّذِينَ أَمْنَأُوا إِنَّمَا يَتَعَفَّفُونَ وَالْمُمْسِرُكِينَ وَلَوْ كَانُوا أَفْرَادًا عَزِيزًا" (آل عمران آیت ۱۴۲) ایت "مَا كَانَ لِلنَّٰٓيْ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَسْرَارٌ حَتَّىٰ يُتَعْلَمَ فِي الْأَرْضِ" الایت ( سورہ انفال ، ۶ ) آیت "إِنَّمَا يَعْلَمُ اللَّٰهُ مَمْنُوعٌ مِّمَّا أَحَدَ اللَّٰهُ لَهُ" ( سورہ تہم ، ۱ ) سورہ تہم و دوسری اور اس کی تفسیر

۱۹ "وَقَالُوا لَوْلَا أُنْزُلَ عَلَيْهِ آيَتٌ مِّنْ رَّبِّهِ قُلْ إِنَّمَا الْآيَتُ فِي عِنْدَ احْكَامٍ وَإِنَّمَا كَانَ ذَرِيرًا" سورہ عنكبوت ۵ ( وہ کہتے ہیں کیوں زیرینہ مجرمات اتائے گئے کہو کہ مجرمات کا تعلق الشریعی سے ہے میں تو صرف ایک کھلا ہوا ذرنش و لاہوں ) "وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ أَنْ يَأْتِيَ بِآيَةً إِلَيْهِنَّ اهْلَكُوا لُكْلَ أَجَلٍ" ( سورہ رعد ، ۲۸ ) کسی پیغمبر کو اخیار نہیں کہو کوئی مجرمه ظاہر کرے سوائے اللہ کے حکم کے ہر وقت کا ایک رشتہ ہے "وَإِنْ كَانَ لَكُبُرَ عَلَيْكَ إِعْرَاضٌ هُمْ قَاتِلُونَ" استطاعت ان بتبعیق نفقاً في الأرضِ فَمَلَّ مَاءً في واسطِهِ فَتَأْتِيَهُمْ بِآيَةٍ ( سورہ انعام ۲۵ ) ( لگتم پران کی بے رحمی ایسی ہی شاق ہے تو اگر تم سے ہو سکے تو تم زین یعنی سرگند بن کر یا آسان میں بیڑھی لگا کر ان کے پاس کوئی نشانی ( مجرمہ ) لے آؤ ۔ )

یہ انبیاء رکرام کی جماعت اور ان کی خصوصیات ہیں، اور یہ ان کے دعوے کی شہادتیں اور قرآن ہیں، لیکن اس کی سب سے بڑی شہادت خود ان کی ذات اور سیرت ہوتی ہے جو ایک طویل سلسل اور مستد مجہزہ بلکہ صدِ بمحاجات کا مجموعہ ہوتی ہے، اور اسی مجہزہ پر انسانوں کی سب سے بڑی جماعت ایمان لاتی ہے۔

دوسری بڑی شہادت ان کی تعلیم اور ان کا وہ صحیفہ ہوتا ہے، جو ان کا ایک زندہ جاوید مجہزہ ہوتا ہے، اور جو صدِ بالفطی اور معنوی اصلی اور ضمی، داخلی اور خارجی مجہاجات پر مشتمل ہوتا ہے۔

اب غور کیجیے یہ مانندے میں کر خدا نے اپنے کسی بندہ کو اپنے دوسرا بندوں تک اپنا پینا مامن اپنا کلام اور اپنے احکام پہنچانے کے لئے مقرر کیا اور ان کی رہنمائی اور رہبری کے لئے ماورکیا کون ساعقلی اشکال ہے، اور اس میں کون سی چیز ایسی ہے جو خلاف عقل ہے۔ کیا یہ خدا کی قدرت اور اس کے صفات اور ان کے مقتضیات کے خلاف ہے؟ لیکن ایسا بارہتہ نہیں، خدا کو علیم و خیر صاحبِ الاد و اختیارِ صاحبِ قدرت و طاقت مانندے کے بعد اس میں کیا اشکال باقی رہ جاتا ہے، بلکہ دراصل اس کا مقابلہ پہلو، خدا کی صفات اور ان کے مقتضیات کے منافی ہے، خدا کی رحمت اور عدل کے یہ بالکل غیر مطابق ہے کہ وہ انسانوں کی اس بڑی آبادی کو قیاس و اشتباہ میں چھوڑ دے اور ان کی اس اہم رہنمائی اور رہبری کا انتظام نہ کرے۔

کیا یہ خدا کی عادات اور تاریخ کی شہادت کے خلاف ہے جو بھی صحیح نہیں، انبیاء رکمی ایک بڑی تعداد دنیا میں آئی، ہر اہم زمانہ اور اہم قوم میں انبیاء پیدا ہوئے اور ان کے خلاف کوئی عقلی ثبوت فراہم نہ ہو سکا، ان کے دعوے کے ساتھ صدِ بالائل اور شواہد تھے

مگر اس کے خلاف صرف زبانی دھوئی تھا، جس کے ساتھ کوئی دلیل اور ثبوت نہ تھا۔  
 کیا یہس اور تجربہ کے خلاف ہے؟ تو بے شک جو اس اور عام انسانی تجربہ نفس نبوت  
 کی شہادت فراہم نہیں کر سکتا، لیکن اس کے پاس ایسی چیزیں ہیں، جن سے وہ اس کا کچھ  
 قیاس کر سکتا ہے، اپنے معلومات پر غور کیجئے، پہلے (ابتداء عمر میں یا حالتِ جہل میں) ہم کو وہ  
 حاصل نہ تھے، اور ان میں سے بہت سے ہمارے اسلام اور پیشیوں کو بھی حاصل نہ تھا  
 لیکن تعلیم اور ایک نظام کے تحت وہ ہم کو حاصل ہوئے، اسی طرح اب نیا اور علم نبوت اس  
 مخصوص طریقے سے جو اس کے شایانِ شان ہے حاصل ہوتا ہے۔

یہی تینوں انشکالات ہیں، جن کا قرآن کی ایک ہی آیت میں جواب دیا گیا ہے۔

وَمَا أَقَدَ رُّوْاْلَهُتَهُ حَقَّ قَدْرَ رَبِّهِ  
 الْخُوْلُونَ نَعَّالَهُ كُوْرِي طَرَحَ بَچَاهَا نَهِيْنَ

إِذْ قَالُواْ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَىٰ بَشِّرٍ  
 جَبَّ الْخُوْلُونَ نَعَّالَهُ كَهَارَ الشَّرْنَ كَسِيْ إِنْ اسَانَ

مِنْ شَيْءٍ قُلْ مِنْ أَنْزَلَ اللَّهُ الْكِتَابَ  
 پُوكِی چیز نہیں اتاری کہو کس نے وہ کتنا

الَّذِي جَاءَ بِهِ مُوسَى نُوْرَ اَقَ  
 اتاری جو موسمی لے کر آئے تھے، روشن

هَدَى لِلنَّاسِ تَجْعَلُونَهُ قَوْاْلِيْسَ  
 سُلْطَانِیْسَ

سِنْدُوْفَهَا وَمَغْفُونَ كَتِيرَ لَعُوْلَمَهُ  
 جس کو تم ورق ورق کر کے لوگوں کو کھلاتا

هُوَ اور بہت سی باتوں کو مجھ پیانتے ہوڑا و  
 نَمَأْمَرَ تَعْلَمُوا اَنْتَمْ فَلَا اَنْتُمْ كَمُوْ

قُلْ اَحَلَّهُ تُمَرَّدُ زَهْمُهُ فِي حَوْضِهِمْ  
 بَلْ عَبُوقَهُ

بَلْ جَانَتْهُ اُوْرَتَهُ بَلْ هَبَّهُ بَلْ بَلْ  
 دا او کہو کہ الشَّرْنَ نَعَّالَهُ كَهَارَ الشَّرْنَ كَ

(سورہ انعام ۹۱)

اپنی قصنوں باتوں میں کھیلتے رہیں۔

اس آیت کے ابتدائی الفاظ میں کہا گیا ہے کہ جو رسالت و نبوت کا منکر ہے، وہ دراصل خدا کی صفات سے ناواقف اور اس کو اس کی کامل معرفت حاصل نہیں، جس کو اس کی صفتِ ربویت، صفتِ رحمت اور صفتِ عدل کا پچھلی اندازہ ہو گا اور بوس کی اس عنایت و توجہ سے واقف ہو گا، جو ابتداء سے انسان کے حال پر ہے، وہ رسالت کا انکار کبھی نہیں کر سکتا، جو ربویت کا ایک اہم ترین شعبہ رحمت کا ایک کامل ترین نظہر اور عدل الہی کا ایک روشن ثبوت ہے۔

اس کے بعد کے حصہ میں نبوت کی ایک مشہور نظریہ پیش کی گئی ہے، اور مَنْ أَنْزَلَ

الْكِتَابَ الَّذِي جَاءَ بِهِ مُوْسَى؟

اس کے بعد امکان نبوت پر ایک حستی اور تجربی دلیل دی گئی ہے، اور وہ علم ہے، جس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ معلومات کی کوئی انتہا نہیں اور ناواقفیت کے بعد واقفیت ہو سکتی ہے، لیں حتیقتاً نبوت اور نبوت کے آثار و مظاہر میں کسی قسم کا کوئی عقلی اشکال نہیں، البتہ جو شخص اس بلند مقام پر نہیں ہے، وہ اس کا اندازہ نہیں لگا سکتا اور اس کے لئے نبی پر اعتماد اور اس کی تقلید کے سوا چارہ نہیں۔

اس مقام کے حاظ سے اور اس کے آثار و خواص کے حاظ سے پیغمبر اور غیر پیغمبریں جو فرق ہوتا ہے، اس کو رسول الشریطہ اشریفیہ وسلم نے ایک تمثیل کے ذریعے سے بیان کیا، جس سے بہتر نبوت کی تشریح اور اس سے زیادہ عام فہم تمثیل پیغمبروں کے کلام میں بھی ہماری نظر سے نہیں گزری۔

آپ ایک روز صفا کی پہاڑی پر تشریف لے گئے، اور عرب کا وہ نعرہ بلند کیا، جو دشمنوں کے اچانک حملہ اور ہو جانے پر امداد کے لئے بلند کیا جاتا تھا، اہل کمکتب کے

وستور کے مطابق کام چھوڑ چھوڑ کر وہ صفا کے نیچے جمع ہو گئے، آپ نے پہلے ان سے فرمایا کہ تم نے آج تک مجھے کیسا پایا؟ انھوں نے کہا کہ ہم نے آپ کو ہمیشہ راست بازاور دیارا پایا، اس طرح آپ نے اس اہم حقیقت کا اظہار فرمایا کہ نبوت کے دعویٰ سے پہلے سیرت کی پاکیزگی اور عام صداقت و دیانت ضروری ہے۔

اپنے متعلق ان سے اتنا بڑا اعتراف کروانے کے بعد آپ نے فرمایا کہ اگر میں تم کو یہ اطلاع دوں کہ اس پہاڑ کے پیچے ایک شکر ہے، جو اچانک تم پر چلا آور ہونا چاہتا ہے، کیا تم اس کو باور کرو گے؟

اہل عرب ناخواندہ تھے، مگر عقل عام سے محروم نہ تھے، اتنی موٹی بات ان کی سمجھ میں آسکتی تھی کہ پہاڑ کے نیچے کھڑے ہوئے ہیں، پہاڑ کی پشت اور دوسری طرف کا حصہ ہماری نگاہوں سے اوچھل ہے، ایک شخص جو بھی جھوٹ نہیں بولا پہاڑ کی چوٹی پر کھڑا ہے، پہاڑ کی دونوں طرف اس کی نگاہ یکساں کام کر رہا ہے، وہ اگر پہاڑ کی دوسری جانب کی کوئی اطلاع دیتا ہے تو اس کے غلط ہونے کی کوئی عقلی وجہ نہیں۔

”انھوں نے کہا کہ ہم اس کو یقیناً باور کریں گے، اس لئے کہ آپ سچے اور

ایں ہیں اور اس وقت پہاڑ پر کھڑے ہوئے ہیں۔“

آپ نے فرمایا تو میں تم کو اطلاع دیتا ہوں کہ خدا کا عذاب (جس کو

تم نہیں دیکھتے) خنقریب تم پر آتے والا ہے۔“

یہ درحقیقت نبوت کی ایک تکمیل تھی، جس کے لئے آپ نے یہ حکیمانہ پیرا یہ اختیار کیا۔

پس جو لوگ اس بلندی پر نہیں ہوتے اور ان حفاظت و علوم کا جن کا پیغمبر، الش

کی تنزیل اور وحی سے انہار کرتا ہے، مخفی اپنے نہ دیکھنے یا علم نہ رکھنے کی بنابریا مخفی قیاس و تجھیں کی بنیاد پر انکار نہیں کر سکتے، وہ صرف اپنے مشاہدے اور اپنے علم کی نفی کر سکتے ہیں، لیکن (بقول امام ابن تیمیہ) عدم علم اور علم عدم (یعنی نہ جاننا اور لقین کے ساتھ یہ جاننا کر نہیں ہے) ان دونوں میں بڑا فرق ہے، اور جہاں تک علم کا تعلق ہے، سچیگیر کی اطلاع علم کا بہترین ذریعہ ہے۔

جب لیے گوں جن کو نبوت اور ماوراء حس و عقل خالق و اسرار کا کوئی ادراک نہیں پہنچیرے اس کی غلبی بصیرت اور اس کے مشاہدات کے بارہ میں بحث اور جھٹ کرنے میں تو وہ تنگ ہو کر ان سے کہتا ہے:-

أَمْعَاجُوتِي فِي اهْلِهِ وَقَدْ  
کیا تم مجھ سے الٹر کے بارہ میں بحث و  
جھٹ کرنے ہو تو لانکر اس نے مجھ راستے  
هدایت میں ط

(سورہ انعام۔ ۸) دکھایا اور حق سمجھایا۔

بوکچہ سپری نے دیکھا اور بوکچہ وہ دیکھتا ہے، اس کو نہ دکھا سکنے اور وہ یقین بوجاتا ہے، نہ سیدا کر سکنے کی مجبوری کو وہ اس طرح بیان کرتا ہے:-

قالَ يَقُولُمْ أَسَأَ أَيْتُمْ إِنْ

کوتھلی بینتہ قمی رائی و اشیٰ اپنے رب کی طرف سے روشنی اور قیں

سَاهِمَةٌ مِّنْ عِنْدِكَ فَوْهَيْتَ عَلَيْنَا

آئُلُّ مَكْمُوْهَا وَأَنْتُمْ لَهَا رَحْمَتْ بُخْشَى پھر وہ تہاری نظر سے مخفی رہی

کیا ہم تم کو اس پر محبود کر سکتے ہیں حالانکہ

تم اس کو پنڈ بھیں کرتے۔ (سورہ ہود ۲۸)

ایسے عام لوگوں کے اچھے خاصے حواس (جو اپنے محسوسات کا پورا اور اک کرتے ہیں) اور ان کی عقل (جو اپنے دائرہ میں پورا کام کرتی ہے) علم و نبوت کے اور اک میں بالکل ناکارو اور کردنی بابت ہوتی ہے۔

بَلْ إِذَا رَأَهُمْ هُمْ فِي الْأُخْرَى  
بَلْ هُمْ فِي شَاءٍ مِّمَّا يَأْتُونَ هُمْ مِنْهَا  
عَمَّوْنَهُ (سورہ مل ۶۶)

بَلْ إِذَا رَأَهُمْ هُمْ فِي الْأُخْرَى  
بَلْ هُمْ فِي شَاءٍ مِّمَّا يَأْتُونَ هُمْ مِنْهَا  
عَمَّوْنَهُ (سورہ مل ۶۶)

يَعْلَمُونَ ظَاهِرًا قَنْ الْجِنُوَّةِ الدُّنْيَا  
وَهُمْ فِي الْأُخْرَى هُمْ غَفِلُونَ (سورہ روم ۲۷)

بَلْ إِذَا رَأَهُمْ هُمْ فِي الْأُخْرَى  
بَلْ هُمْ فِي شَاءٍ مِّمَّا يَأْتُونَ هُمْ مِنْهَا  
عَمَّوْنَهُ (سورہ روم ۲۷)

اگر وہ ان سائل میں کوئی لفظ کروں یعنی تو اس کی بنیاد کسی تیقین اور مشاہدہ پر  
نہیں ہوتی، وہ محض ان کی قیاس آزادی ہوتی ہے۔

وَمَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِنْ يَسْعَوْنَ  
إِلَّا الظَّنُّ سَوْءَاتِ الظَّنِّ لَا يَغْنِي مِنْ  
الْحَقِّ شَيْئًا (سورہ البقرہ ۲۸)

ان کو اس کا کوئی علم نہیں وہ محض گفتگو  
کی پیروی کرتے ہیں اور گمان حقیقت کا  
قام مقام نہیں ہو سکتا۔

## انبیاء کرام کی تعلیمات

اب ہم دیکھتے ہیں کہ سپریوں نے اللہ کی ذات و صفات، اس کی مخلوقات اور  
اس کائنات، اللہ کے اس سے تعلق اور اس کے اللہ سے تعلق، اس کی حقیقت اس  
کے انجام، انسان کی زندگی کی غرض و غایت اس کے کمال مطلوبے متعلق

کیا معلومات سختی ہیں، اور تدن و اجتماع اور اخلاقی کی کون سی اساس عطا کی ہے، پھر ہم دیکھیں گے کہ اس اساس پر انسانی زندگی کی جو عمارت تعمیر ہوتی ہے اس کی خصوصیت کیا ہوتی ہیں؟

یاد رہے کہ فلاسفہ اور اشراقوں کے بخلاف اس بارہ میں پیغمبروں کی تعلیمات بالکل مخدہ ہیں، ان کے بیانات میں کوئی اختلاف نہیں، اس موقع پر مناسب تھا کہ مختلف پیغمبروں کے صحیفوں کے بیانات اور اقتباسات پیش کئے جاتے، لیکن ان میں سے اکثر صحیفوں کے فضائے ہو جانے اور باتی کے محفوظ نہ رہنے کی وجہ سے (جیسا کہ ان کی تاریخ سے ظاہر ہوتا ہے) تحقیق و سنجو کے بعد بھی ان مسائل پر زیادہ مواد پیش نہیں کیا جاسکتا، اس لئے ہم صرف آخری صحیفہ آسمانی قرآن مجید کے اقتباسات پیش کرتے ہیں، جو ان سب کتابوں کا حافظ و نگران ہے اور ان سب کی نمائندگی کے لئے کافی ہے۔

## خالق کائنات اور کائنات

### خدا کی صفات اور اس کے کام

وَهُوَ الشَّهِيْدُ كَمْ كَيْ سُوكَسِيَ كَيْ بِنْدَگِيْ نَهِيْنَ  
 هُوَ الْحَوْلُ عَلَيْهِ  
 الْحَمْدُ وَالشَّهَادَةُ هُوَ الرَّحْمَنُ  
 الرَّحِيمُ هُوَاللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ  
 إِلَّاهُوَ الْمَلَكُ الْقَدُّوسُ مِنَ التَّالِمُ  
 الْمُؤْمِنُ الْمُهْمِنُ الْعَزِيزُ الْجَبارُ  
 الْمُتَكَبِّرُ وَسُبْعَيْنَ اَدْلِيْهِ عَمَّا يَرِيْدُ كُوْنُ

هُوَ ادْلُهُ الْعِالَمُونَ الْبَارِيُّ الْمُصْتَوْرُ  
 كُفَّارٌ كُنْ فَوْلًا صُورٌ كُعْجِنَةٍ وَالْأَ  
 لَهُ الْأَكْشَمَاءُ الْحَسْنَى يُسْتَعِنُ عَلَيْهِ  
 مَانِيَ التَّمَوُتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ  
 أَوْرَدَهُ الْعَزِيزُ الْعَلِيمُ (سورة الْأَخْرَج ٢٢-٢٣)

## دنیا کی پیدائش اور اس کا انتظام

إِنَّ رَبَّكُمْ إِذْ أَنْتُمْ إِلَيْهِ تَخْلُقُونَ  
 بِشَكْرٍ تَهَا رَأْبُورٍ وَرَوْكَارُوَهُ بِجَنْ نَهِيَ  
 وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَيَ  
 عَلَىَ الْعَرْضِ يَعْشِيَ الظَّلَالَ يَطْلُبُهُ  
 حَسْبَتِهِ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنَّجْمَ  
 مَسْعَىٰ إِنِّي مَرِيجٌ مَّا لَلَّهِ مَرِيجٌ  
 وَالْأَمْرُ مَشْبِرٌ لِّإِلَهٍ وَرَبِّ شَبَّ  
 الْحَلَمِيَّينَ  
 (سورة العنكبوت ٥٤)

## خدکی با دشائی اور اس کی طاقت و فرمانروائی

قُلْ مَنِ يَعْرِزْ مُكْثُرَ قُنْ التَّمَّاءَ  
 پُوچھ کون تم کو روزی دیتا ہے آسان  
 وَالْأَرْضِيَّ أَمْنَ عِمَلَةُ السَّعْدَ  
 سے اور زمین سے یا کون مالک ہے بُکَان  
 وَالْأَبْصَارَ وَمَنْ يُغْنِي مَعْنَى  
 اور آنکھوں کا اندکون نکالتا ہے زندگی

منَ الْمُتَّسِّرِ وَيُخْرِجُ الْمُتَّسِّرَ مِنِ  
الْحَيَاةِ وَمَنْ يُهَدَّى سَرِيرَ الْأَمْوَالِ فَسَيَقْوَنَ  
إِلَّا هُنَّ قَعْدَ أَفَلَا يَتَّقَوْنَ ۝

کومروہ سے اور کون نکالتا ہے مردوہ کو زندہ سے اور کون تدبیر کرتا ہے کاموں کی وجہ یہی کہیں گے کہ ارشا، کہو پھر کیوں نہیں ڈرتے۔ (سورہ یوسف ۳۱)

قُلْ لَئِنِ الْأَرْضُ مَا وَمَنْ فِيهَا إِنَّ رَبَّهُمْ  
كُلُّهُمْ وَالظَّاهِرُ مِنْهُمْ قُلْ تَعْلَمُونَ وَسِيقُولُونَ وَلَئِنْ يَلْتَهِ قُلْ  
أَفَلَا تَتَذَكَّرُونَ قُلْ مَنْ رَبَّ  
السَّمَاوَاتِ السَّمَاءِ وَرَبُّ الْعَرْشِ  
الْعَظِيمِ وَسِيقُولُونَ وَلَئِنْ يَلْتَهِ قُلْ أَفَلَا  
يَسْقُونَ ۝ قُلْ مَنْ يُكَلِّمُ مَلَكَوتَ  
كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ يُحْكِمُ وَلَا يَحْمَدُ عَلَيْهِ  
إِنَّ رَبَّكُمْ يَعْلَمُونَ وَسِيقُولُونَ  
وَلَئِنْ يَلْتَهِ قُلْ فَالِئَلِئَ شَهِيدُونَ ۝

کہو اسی کے لئے ہے جو کچھ آسانوں اور زین میں ہے اس کی فراز والی ہے ہیشہ کیا ارش کے سوا کسی اور سے ڈرتے ہو۔ (سورہ الحلق ۵۲)

کیا ارش کی تابع داری کے سوا کچھ اور ڈھونڈتے ہیں حالانکہ اس کے سامنے اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ

جادو ہے۔

وَلَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ  
وَلَهُ الدِّينُ وَاصِلَامًا غَيْرَ أَدْلَهُ  
يَسْقُونَ ۝ (سورہ الحلق ۵۲)

کیا ارش کی تابع داری کے سوا کچھ اور ڈھونڈتے ہیں حالانکہ اس کے سامنے اَفَغَيْرَ دِينِ اَدْلَهُ يَسْقُونَ وَلَهُ  
اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ

طَوْعًا وَكُلْهَا إِلَيْهِ يُرْجَعُونَ<sup>۹</sup>  
 سرافشندہ ہے جو آسانوں اور زین میں  
 خوشی یا لامچاری سے اور اس کی طرف  
 سب کو لوٹ کر جاتا ہے۔

یہ کارخانہ عالم بعثت پیدا نہیں کیا گیا اور اس کی آفرینش بے مقصد ہے فائدہ نہیں

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ إِلَّا مَعَ ذِي هُدًى  
 (سورة العنكبوت، الآية ٢٤)

اِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ  
 وَآخِرَتِ الْحَيَاةِ لَذِكْرٌ  
 لِّكُلِّ أُلَّا بَأْبَابٍ هُوَ الَّذِي يَعْلَمُ كُلَّ  
 اِحْلَالٍ قِيمًا وَقُعُودًا وَهُنَّ مُجْرَمُونَ  
 وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ  
 وَالْأَرْضِ رَبِّنَا مَا خَلَقْتَ هَذَا  
 بَاطِلًا (سُورَةُ آلِ عَمَرَانَ ۱۹۰-۱۹۱)

انسان کی زندگی بھی بے مقصد نہیں اور وہ اس دنیا میں آزاد نہیں

**آمیخته الایسان آن شتراء** کی انسان سمجھتا ہے کہ وہ آزاد و مکار

سُدَىٰ ۵ (سورہ قریٰ - ۳۶) پھوڑ دیا جائے گا۔

کیا تم نے سمجھ رکھا ہے کہ ہم نے تم کو بیکار  
پیدا کیا ہے اور یہ کہم لوٹ کر پہارے  
(سورہ مومون ۱۱۵) پاس نہ آؤ گے۔

## موت و زندگی کا مقصد انسان کی آزمائش ہے

وَهُوَ الْرَّجُسُ الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ  
بِنَا يَا تَمَّ كَوَآزَا کَرْتَمِ عَلَىٰ کَعْتَبَارِ  
سَبَبَےِ اچھاکوں ہے۔ (سورہ الملک - ۲)

پھر ہم نے تم کو (گذشتہ رسولوں کا) جانشیں  
بنایا ان کے بعد تاکہ ہم دیکھیں کہ تم کیا  
عمل کرتے ہو۔ (سورہ یوں ۱۲)

## دنیا کی آرش انسان کے امتحان کے لئے ہے

بَشَّكَ ہم نے زین کی چیزوں کو اس کی  
زینت بنایا تاکہ ہم اہل زین کو آزادیں کر  
ان یہیں کامل سبے اچھا ہوتا ہے۔ (سورہ کہف - ۷)

## انسان اشرف المخلوقات ہے

ہم نے آدم کی اولاد کو بڑی عوت دی اور

وَلَقَدْ كَرَّهْتَنِي آدَمَ وَقَمَلَنِهِمْ

فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُمْ مِنْ هَذِهِ  
هُنَّ نَّاسٌ كُوْنَشِكَى اُور تری میں سوار کرایا  
أَوْ هُنَّ نَّاسٌ كُوپاک اُور لذیذ چیزیں عطا  
كیس اور ان کو اپنی بہت سی مخلوق پر بھی  
خَلَقْنَا نَفْسِيَّةً (سورة بنی اسرائیل، ۲۰)  
خاصی فضیلت دی۔

لَقَدْ خَلَقْنَا إِلَّا إِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ  
هُنَّ نَّاسٌ انسان کو بہترین اندازے پر  
تَعْوِيمٍ (سورة والتين، ۹) پیدا کیا۔

### الْإِنْسَانُ زَمِينٌ پر خدا کا نائب ہے

وَإِذْ قَالَ رَبُّهُ لِلْمُلْكَةِ إِلَيْهِ بِمَا عَلِمَ  
جب کہ تمہارے پروردگار نے کہا کہ میں زمین  
میں اپنا ایک نائب بنانے والا ہوں۔  
فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةٌ (سورة بقرہ، ۲۰)

الْإِنْسَانُ اللَّهُ كَرَّ خَرْاؤُوا کا اللَّهُ کی طرف سے امین ہے  
وَأَنْفَقُوا مِمَّا جَعَلَهُمْ مُّكْثُلَفِينَ او دخیر کروں میں سے جو اس نے  
تھہارے ہاتھ میں دیا ہے اپنا نائب کر کے  
فِيْهِ (سورة حمد، ۷)

زمین پر جو کچھ ہے وہ انسان کے لئے پیدا کیا گیا ہے  
هُوَ الَّذِي خَلَقَ لِكُلِّ مَا فِي الْأَرْضِ وہ ہے جس نے تمہارے لئے  
پیدا کیا ہے جو کچھ زمین میں جمیعَانَ

(سورة بقرہ، ۲۹)

## اور انسان خود خدا کی بندگی کے لئے ہے

مَنْ لَهُ جَنٌ وَّاَنْسَانٌ كُوْمَرْتُ اِلْجَنْقَتُ الْجَنْقَ وَالْإِنْسَنُ إِلَّا  
 پَيْدَى كَيْاَيِّهَ كَوَهُ مِيرِى بَنْدَگَى كَرِيَيِّنَ آنَّ  
 كَسِّى رَزْقَ كَاطْلِبَ كَانَهِنْبِينَ زَانَسَ كَا  
 اِيدَوَارِهُوَ كَمُجَهَ كَهَلَائِينَ۔ (سورہ النزاریات، ۵۵)

## الشَّرِّ کی پیدائی ہوئی نعمتیں انسان کے استعمال ہی کے لئے ہیں

فُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيَّةَ اَنْشَةِ اَللَّهِ اَلَّتِي  
 کَہُوكَسَ نَهْ جَوَامَ کَیِ الشَّرِّ کَوَهُ زَنْبِیتِ جَوَانِی  
 بَنْدَوَنَ کَلَهُ پَیَادِی اَوْ كَھَانَے پَنْیَکِ  
 اَخْرَاجَ لِعِبَادِہِ وَالطَّبِیْبَتِ مَنْ  
 پَاَكَ صَاحِبِیزِیں کَہُوبِیْسَمَتِیں اَہِلِ اِیَمانِ  
 الرِّزْقِ قُلْ هَیِ اللَّهُمَّ اَمْنَوْنِی  
 الْحَيَاَتِ الدُّنْیَا خَاصَّةً يَوْمَ الْقِيَمَۃِ  
 مِنْ خَاصِ اَنْبِی کَلَهُ ہیں۔ (سورہ اعراف ۳۲)

## کھانا پینا گناہ نہیں اسراف گناہ ہے

وَلَكُنْوَا عَلِیْشَرِلُوْنَا وَلَا تُشَرِّفُواهُ اور کھاؤ پیو اور حد سے نہ بڑھو،  
 اِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِینَ۔ بُشک وہ حد سے بڑھنے والوں کو  
 دوست نہیں رکھنا۔ (سورہ اعراف ۳۱)

نماں انساں کی نسل ہر ایک دوسرے فضیلت صرقوی ہوتی ہے

لے لوگوں نے تم کو ایک ہی مرد و عورت  
 (آدم و حوا) سے پیا کیا، اور کھین تہاری  
 ذاتیں اور قبیلے تاکہ آپس کی پچان ہو تو رکے  
 یہاں عزت اسی کی ہے جس کو اس کا بڑا  
 آنکھ۔

(سورہ حجrat ۱۲)

## دوسری زندگی

اس زندگی کے بعد ایک دوسری زندگی ہے جس میں اس دنیا کے  
 اعمال کی جزا ملے گی اور ذرہ ذرہ کا حساب ہو گا  
 ہماری ہی طرف ان کی واپسی ہے پھرہار  
 ذرمان کا حساب کتاب ہے۔

اسی کی طرف تہاری واپسی ہے یہ استرکا  
 تھیک تھیک وعدہ ہے، وہ پیدائش شروع  
 کرتا ہے پھر اس کو دریا بیکار کرایاں اور  
 عمل صاف والوں کو اعتماد کرنا تھا کہ صاف  
 اور ہم اصل کی ترازوں میں کھیگی قیامت دل پر کی پر  
 کھلپم نہ ہو اور اگر رامی کے دل کنکر الجہاں کو کھو گا تو  
 فلا نظالم نہیں شیئاً و ان کات

یَا أَيُّهَا النَّاسُ إِذَا أَخْفَقْتُمْ فِيمَا فِي دَكْرٍ  
 وَأَنْتُمْ وَجْهَنَّمْ شُعُوبًا وَقَبَّلًا  
 لِتَعَارِفُوا إِنَّمَا مَلَكُ هَنْدَ الْمَشْيِ  
 آنَّكُمْ

مُتَقَالْ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلْ أَيْتَاهُهُ لَد  
اس کو قیامت کے دن لے آئیں گے اور تم  
وَكَفَى بِنَا هُنْسِينَ ۝ (سورہ انبیاء، ۲۳)  
حساب کرنے کے لئے کافی ہیں۔  
فَعَنْ يَعْمَلُ مُتَقَالْ دَحْرَقَهُ كَمْرَهُ  
جو نذرہ برابر بھی نہیں کرے گا وہ اس کو  
وَمَنْ يَعْمَلْ مُتَقَالْ دَرْجَهُ ضَرَابَهُ  
دیکھے گا اور نذرہ برابر بھائی کرے گا  
وہ اس کو دیکھے گا۔  
(سورہ زلزال، ۸-۹)

**اس دنیا کی زندگی بے حقیقت اور فانی ہے اور آخرت کی زندگی بیجا جادوی ہی ہے**

وَمَا هُنَّ بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا إِلَّا لَهُ مَوْعِيدٌ  
یہ دنیا کی زندگی محسن کھیل تاشہ ہے  
وَإِنَّ الدَّارَ الْأَخِرَةَ لَهُ الْحَيَاةُ  
اور آخرت کی زندگی ہی زندگی جادوی ہے  
لَوْ كَافَا يَعْلَمُونَ ۝ (سورہ عکبوت، ۷۴)  
ہے اگر وہ جانیں۔

**آخرت میں بیانیک لوگوں کا ہے جو اس دنیا میں پنی برائی اور بگاڑا نہیں چاہتے**

يَلَّا الدَّارُ الْكُفَّارُ مُتَعَلِّمُهُ الظَّنِينَ  
یہ آخرت کا گھر ہم ان لوگوں کو دیں گے  
لَا يُرِيدُونَ مُلْوَثًا فِي الْأَرْضِ صِنِ  
جو (اس دنیا کی زندگی میں) زمین پر پنی  
وَلَا حَسَادُهُمُ الْعَاقِبَةُ لِلْمُتَقَبِّلِينَ ۝  
برائی اور بگاڑا نہیں چاہتے اور انہام  
نیک خدا سے فتنے والوں کا ہے۔  
(سورہ القصص، ۲۸)



## انبیاء کرام کی تعلیمات کے نتائج اور اسلامی زندگی کے خصوصیات

یہ خالق کائنات کائنات، زندگی، انسان، ان کے انجام ان کی نشأت شایر کے متعلق وہ علوم اور تھائق مسلمات ہیں جو پیغمبر کے ذریعہ انسانوں کو حاصل ہوتے ہیں اس علی، ذہنی اور اخلاقی اساس پر زندگی کی جو عمارت تعمیر ہوتی ہے اس کے نقشہ اور تفصیلات کے باہر میں قیاس کرنا کچھ مشکل نہیں جب طرح ایک بیچ کو دیکھ کر ایک پیچلنے والا انسان آسانی سے پیشگوئی کر سکتا ہے کہ اس سے کون سادہ خست تیار ہوگا، اس کی کبھی پتیاں ہوں گی، اور اس میں کون سا پہل نظاہر ہوگا، اور ایک عالم بناتا یا طبیباً اس کے خواص و اثرات اور اس کے اجزاء کے متعلق تفصیلی اطلاع دے سکتا ہے اسی طرح وہ لوگ جو اس حقیقت پر نظر کھتھتے ہیں کہ اس عالم، اس کا نظام، اس کے آغاز و انجام، مقصد زندگی، منصب انسانی اور ایسے ہی دوسرے بنیادی اور کلی مسائل کے متعلق کوئی خاص عقیدہ اور نظریہ زندگی کی دوسری تفصیلات پر کس قدر اثر انداز ہوتا ہے وہ آسانی کے ساتھ اس نہ کہ کے خط و خال تجویز کر سکتے ہیں، جو اس بنیاد پر قائم ہوگا

حرستی، عقلی، اشتراحتی، اور اس الہامی تعلیمات اور تمدن کی بنیاد و اصول میں جو تصادم ہے اس کی طرف آپ کو متوجہ کرنے کی ضرورت نہیں یہ تصادم جس طرح اجمال میں ہے اسی طرح

تفصیل میں بھی ہے جس طرح آم کی گھٹلی اور الی کے بیچ میں اختلاف ہے، اسی طرح اس کی پیشوں اور ان کے چھل میں اختلاف ہو گا، اور یہ اختلاف ان درختوں کے بڑھنے اور پھیلنے اور پرانے ہونے سے دو نہیں ہو سکتا، اگر آپ ایسے "مقابلہ الاصل" نظام حیات میں کوئی جو ہر کا مشاہدہ کھینچ تو سمجھ لیجئے کہ یا تو آپے جو اس کی اصل اور بنیاد قرار دی ہے اس میں سے غلطی ہوئی یا اس تحدیت میں کسی دوسرے شجوہتی کا قلم باندھا گیا ہے اور ایسا ممکن ہے کہ ایسا مرکب درخت دوسم کے چھل دے اخواہ الہامی تحدیت کے ساتھ بارہا ایسا پیش آیا ہے کہ اس میں حتیٰ یا اشتراقی تحدیت کا پیوند لگایا گیا ہے، اسلام کی تایخ میں تعدد و ماریہ واقعہ پیش آیا، خلافت راشد و کے بعد اس درخت میں کبھی جاہلیت عرب کا کبھی لوگیت عجم کا اکبھی یونانی اور ایرانی اشتراقیت کا اکبھی اور پرانہ حتیٰ طرز زندگی کا قلم باندھا گیا، اسی مرکب درخت کو عام طور پر اسلامی تحدیت اور اسلامی تہذیب کہا جاتا ہے، اور اسی کے چھلوں پر ہمارے بعض مسلمان صنفت و مورخ خفر کرتے ہیں۔

اسلامی تحدیت کا لفظ عام طور پر حب بولا جاتا ہے تو ذہن فرماش و بنداد، قرطیہ و عناظہ، اصفہان و مرقنہ اور ولی کوھنؤ کی طرف منتقل ہوتا ہے اور انہوں کے سامنے ایک خاص طرز تعمیر بھاگتا ہے، (جس کو اسلامی فن تعمیر کہا جاتا ہے) جس کے نمونے بادشاہی شاندار محل، خوبصورت حرم سرائیں، وسیع ڈیواریں اور نوادر روزگار مفترے ہیں اسی طرح مسلمانوں کی خوش ذوقی اور زندگی کے مختلف مناظر فنون لطیفہ کی سرپتی اور شہروں اور دارالسلطنتوں کی آزاد و پرشتر شہری زندگی کے مناظر تازہ ہو جاتے ہیں، حالانکہ ان میں سے بہت سی چیزیں مسلمان بادشاہوں اور امراکے بیگانہ اسراف اور اصول و احکام اسلام سے انحراف اور بعض اوقات تحریکت کی یاد کاریں ہیں (جو اگر وہ شریعت کے احکام کی پابندی کرتے تو وجود ہی میں نہ آتیں اور جب کبھی اسلامی تحدیت اپنی پوری روح اور سرم کے ساتھ موجود ہو گا تو چیزیں ناپابند ہوں گی، اسلام میں ضروری تعمیرات جن کا مقصد نشان و شوکت انجام دار

عیش و عشرت یا شہر اور یادگار کے سوا کچھ نہ ہوں اپنے دیوبندی میں مقبرہ بنوانا تو خالص غیر اسلامی عمل و اسراف کے علاوہ شرعی نقطہ نظر کا ہے بھی لیکن جائز کہا ہے اسلام اس کو بالکل ناجائز اور خلاف انصاف بختا ہے کہ آدمیت کے بعد بھی زین کے لیکن بڑے حصہ پر بے ضرورت قابلص بہے اور اس کے مقبرہ کی انبوح اور بیلاروں اور آرائش پروہن پر صفائح ہو جو سکردوں آدمیوں کے سرچھانے کے کام آسکتا تھا، خالص اسلامی نقطہ نظر سے نیک عمل صاحب اولاد یا صدقہ الجماری کے علاوہ کسی اور طریقہ پر دنیا میں اپنا نام زندہ رکھنے کی کوشش جاہیت کی ایک یادگار ہے۔

اسی طرح سوچی کی ہمت افولی اور درستی کے بجائے الگ بہا جائے کہ اسلام نے اس کی ہمت شکافی اور تقدیری کی ہے تو صحیح ہو گا، مصوری اور بتراشی اس کی شریعت میں ہو گا ہیں لیکن کام استعمال روک کئے تھے جائز ہے اسوئے چاندی کے ترنوں کا استعمال منوع ہے اور وہ تمام چیزیں جو زندگی میں غفلت دنیا میں نہ کل عذیز و مپید کریں اس کے تدنیں ہیں ان کی روک تھا کیا ہی ہے اور ان کو اچھی نظر سے نہ کر کیا گی حدیث میں تماہیے ان عباد احتله لیسو بالمتعمین (اللئے کے بندے عیش و عشرت کے بندے نہیں ہیں) حقیقت میں جس کو اسلامی تمدن اور اسلامی تہذیب کہا جاتا ہے اور اس پر لیکن حصے ہمالے قومی مصنفت اور مومن خواز کے عادی ہیں یا اورجیں کو وہ وجودہ مخرب تمدن کے مقابلہ میں پیش کر کے ایک فاتحہ مرست محسوس کرتے ہیں وہ مسلمان بادشاہوں اور مسلمان کہلانے والی قوتوں کا طرز زندگی ہے اور اس کو اسلام سے صرف اتنا نسلت ہے کہ اس کے نمائندے اپنے کو مسلمان کہتے تھے اور ہمیسے اسلامی فرائض و حکما کی بھی پابند تھے لیکن اگر یہ عمل تلقیع (بیونڈ بندی) پیش نہ کرے اور دو مختلف النوع و شرتوں کو علیحدہ علیحدہ نشو نما حاصل کرنے کا موقع دیا جائے تو ان میں اتحاد کا کوئی امکان نہیں اور ان میں اس کے سوا کوئی مایہ الاشتراک شے نہ ہو گی کہ وہ دونوں درخت ہیں اور اسی زین پر قائم ہیں بعینہ اسی طرح ان دونوں تمدنوں میں ان ظاہری اشتراکات کے سوا اور ان کے نمائندوں میں

(اگر وہ اس کی روح کے حامل ہوں) انسان کی مفہومی تعریف کے سوا کہ وہ حیوان ناطق ہے اور کوئی قدر مشترک نہیں۔

مزید براں دونوں کا نظام صحت، دونوں کے اسباب ترقی اور دونوں کے معاون ایک دوسرے سے مختلف اور بعض اوقات متصادم ہوں گے، الہامی تمدن کے لئے جو حالات ترقی اور فروغ کا باعث ہیں، حصی اور مادی تمدن کے لئے وہ زوال و انحطاط کا سبب ہوں گے، حصی تمدن کے لئے جو باتیں باعثِ خخر ہوں گی، الہامی تمدن کو اس میں نگ و عالم ہو گا، ایک کا موسم بہار دوسرے کے حتیں میں فصلِ خزان ہے، ایک کے حتیں میں جو چیز آپ حیات کا کام دے گی، وہ دوسرے کے حتیں میں ستم قاتل ہو گی۔

اب ذرا اس الہامی تمدن کے عناصر تکلیبی کا تجزیہ کر کے دیکھئے کہ ان کا انسان کی عقلیت و نفسیت اور اس کے اخلاق اور اجتماع پر کیا انقلاب نگیر اثر پڑتا ہے۔ سب سے پہلے وہ اس عالم کے متعلق تسلیم کرتا ہے کہ وہ نہ کوئی بے بادشاہ کی سلطنت ہے، نہ چند بادشاہوں کی مشترک سلطنت ہے، بلکہ اس کا ایک ہی مالک ہے، جو اس کا خالق و صانع بھی ہے، اور اس کا منتظم و حاکم بھی، خلقت بھی اس کی ہے، ملک بھی اس کا ہے، اور حکم بھی اسی کا ہے (اللَّهُ الخَلُقُ وَالْأَمْرُ) اس عالم میں جو کچھ ہوتا ہے اسی کی قدرت سے ہوتا ہے، حقیقی علت اس کا ارادہ اور اس کی قدرت ہے، یہ ساری کائنات تکونی طور پر (جس کا تعلق عالم کے نظم و نسق سے ہے) اس کے سامنے سر افگنہ اور اس کے احکام کی مطیع ہے (وَلَهُ أَسْلَمَ مَنِ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ) پس وہ مخلوقات جو صاحب ارادہ و اختیار ہیں ان کو بھی اس کے سامنے سر جھکا دینا چاہیے (إِذْ هُنَّ الظَّاهِرُونَ الْخَالِقُونَ)۔ اس کا سب سے پہلے ذہنی اثر یہ پڑتا ہے کہ سارے عالم میں ایک مرکزیت و تنظیم

(ناظارہ) منتشر اجزا اور عالم میں ایک ربط اور قانون میں ایک وحدت نظر آنے لگتی ہے اور انسان زندگی کی مکمل توجیہ کر سکتا ہے اور اس کا فکر اور رویہ اس کائنات کے بارہ میں حکمت و بصیرت پر بنی ہوتا ہے۔

اخلاق و عمل پر اس کا اثر اس سے زیادہ اہم اور انقلاب انگیز ہے اس کے دل و راغع سے اپنی خود اختیاری اور راستہ کی اس سلطنت میں حکومت خود اختیاری کا جذبہ اور خیال (جو شروع و فسادات، نزاع و تصادم کا سب سے بڑا سرچشمہ ہے) ٹکل جاتا ہے اور اس زمین کے باشندوں کو دولت کے خواalon کو اور خود اپنی طاقتوں اور اپنے جسم و لہ فلسفہ بھی ذہب کے اس مخصوص اثر کو تسلیم کرتا ہے اور اس کو اس بارہ میں اپنی عاجزی کا اعتراض ہے۔

فلسفہ جدید کا جو من مورخ (ڈاکٹر ہرالد ہونفون ڈنگ) لکھتا ہے۔

مکی توحیدی ذہب کی اساس فکر یہ ہوتی ہے کہ تمام اشیاء کی ایک واحد علت ہے، ان مشکلات سے قطع نظر کرتے ہوئے جو اس خیال سے لانگاپیدا ہوتی ہیں، اس کا ایک ہم اور معینہ اثر انسانی طبائع پر ہوتا ہے کہ ان کو اختلافات اور تفصیلات سے نظر انداز کر کے ایک قانون کے مطابق تمام اشیائے عالم کو مر لبوطا اور ضبط سمجھنے کی عادت ہو جاتی ہے اعلت کے ایک ہونے سے یہ لازم آتا ہے کہ قانون بھی ایک ہو، ازمنہ تو سلطنت یہ خیال لوگوں کے ذہن شیخ کرایا جس سے خیر ہذب انسان ذہب کی کثرت سے مخلوب اور مائل پرستکشیہ ہو کر بہت دور رہتا ہے ساتھ ہی توحید کا خیال انسان کو سائنس کے نظر پر کائنات کے لئے تیار کرتا ہے کیونکہ تمام سائنس میں یہی کوشش کی جاتی ہے کہ ناظارہ کی توجیہ کم سے کم اصولوں سے کی جائے گو اس کو اس امر کا اعتراض کرنے پڑے کہ کسی ایک علمی ترجیح قانون کا

تصویر ایک ناقابل حصول نصیبا ہیں ہے؟ (تاریخ فلسفہ جدید ص ۲)

اعضا کو اپنی ملک نہیں سمجھتا ہے بلکہ خدا کی امانت سمجھتا ہے اور اس کی احیانت اور اس کے قانون کے خلاف ان کے استعمال اور ان میں تصرف کرنے سے ڈرتا ہے، وہ اپنے سے ایک بلند وبالا طاقت کے مقابلے میں اپنے کو حکوم اور ایک بڑی عدالت کے سامنے اپنے کو جواب دہ سمجھتا ہے ان اعتقادات و تسلیمات کا اخلاق و عمل کی جزئیات اور زندگی کی تفصیلات پر جواز پڑتا ہے اس کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

اس عالم اور زندگی کے باعتصد ہونے کا خیال اور انسان کے آزادت ہوتے کا اعتقاد اس میں اپنی ذمہ داری کا احساس اور زندگی کی حقیقی قیمت کا شعور پیدا کرتا ہے اس کو زندگی کا ایک ایک لمحہ اور اپنی عمر کی ایک ایک سانس غیرمتعین معلوم ہوتی ہے اور وہ ان کو ضائع نہیں کرنا چاہتا، مگر ان کی قدر اس کو اس لئے نہیں ہوتی کہ وہ عیش و تفریح کے لئے زندگی کا کوئی لمحہ ضائع نہ کرے بلکہ اس لئے کہ وہ زندگی جاوید کے لئے جو اس کو مرنے کے بعد حاصل ہوگی، اپنی جست کاسا مان کرے۔

وہ زندگی اور اس دنیا کی آرائش وزیر بالش کو امتحان و آزمائش سمجھتا ہے اس لئے وہ اس دنیا کو ایک وسیع تفریح گاہ اور اس زندگی کو ایک طویل فرستہ عیش سمجھنے کے بجائے اس دنیا کو ایک امتحان گاہ سمجھ کر قدم رکھتا ہے اس کا ہر قدم سوچ سمجھ کر پڑتا ہے وہ ہر کام دیکھ بھال کر رکتا ہے اس پر کسی وقت مدھوشی اور خود فراموشی طاری نہیں ہوتی۔

حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ سے کسی نے فراش کی کہ حضرت عمرؓ کی تحریف کریں؟ انھوں نے کہا کہ وہ ایسے خالف اور ہوشیار پرندہ کی طرح رہتے تھے جس کو یقین ہے کہ

ہر راستے پر اس کے لئے جاں بچھے ہوئے ہیں؟

اس زندگی کو بے حقیقت اور فانی اور موت کے بعد کی زندگی کو ابدی اور جاودائی سمجھنے کا عقیدہ اس دنیا کو اس کی تمام دھپیلوں اور توجہات کا مرکز بننے سے منع ہوتا ہے، اس لئے اس زندگی کی کامیابی کے معیار اشیاء و افعال کے متعلق اس زندگی کا مادی نقطہ نظر اخلاق کی یہ دنیاوی قدر و قیمت ان کی نظر میں اصل اور دامنی نہیں ہوتی، اس کے لئے اشیاء و اخلاق کے وزن کرنے اور ان کی تقویم کے لئے دوسری ہیزان اور دوسرا مقوم ہوتا ہے اور وہ ان کا دینی نفع اور آخر دی اجر ہے۔

ان کو اس دنیا کے علیش ولدت میں بھی انہاں نہیں ہوتا، ان میں اس زندگی کو زیادہ سے زیادہ پر راحت اور آسان بنانے کے لئے بھی جذبہ سابقت پیدا نہیں ہوتا (جو تمام اقتصادی اخلاقی اور اجتماعی خرابیوں کا اصل سبب ہے) وہ بادشاہی میں بھی ایسی زاہدانا اور فقیرانہ زندگی بس کرتے ہیں جس کی مثال تمارک الدنیا را ہب اور صحرائشین زاہد بھی نہیں پڑی کر سکتے۔

حضرت عمر بن الخطاب کے زہد کے واقعات آپ نے سننے ہوں گے، کچھ پر تکلف کھانے

لئے اس عقیدہ کا جواز انسان کے اعمال و اخلاق پر پڑتا ہے، اس کی دست اور گہرائی کا اعتراف مادی علماء اخلاق کو بھی ہے، لیکن تاریخ اخلاق یورپ میں لکھتا ہے:-

”اگر انسان واقعی یہ سمجھے تو کہ لئے اپنے اعمال کا سماونہ ایک ای خطا بیان ای ای ثواب

کی صورت میں کسی بہانے لاؤ نہیں بلکہ حکم کی عدالت میں ملے گا تو یہ خیال نیک کرداری کا ایسا

زبردست تحرک ہو گا جس کے ساتھ رجحا بھیست کا کوئی تاویل اپنے نہیں سکتی تو لیکن یاد یعنی اخلاق یورپ نیویاک (۱۹۵۰ء)

کے لئے اگر کوئی سفارش کرتا تو فرماتے کہ "مجھے ڈر معلوم ہوتا ہے کہ کہیں قیامت میں مجھ سے بہ نہ کہا جائے کہ "اذْهَبُتُمْ طَيِّبِيْتُكُمْ فِي حَيَاةِ الدُّنْيَا وَلَا يَسْتَعْذِرُونَ بِهَا" (تم اپنے سارے عزے دنیا میں اڑا چکے اور ان کا لطف اٹھا چکے) کوئی اگر لذیذ کھانا پیش کرتا تو پوچھتے کہ کیا سارے مسلمان یہ کھلتے ہیں، یا کھا سکتے ہیں، ہنفی میں بواب ملنے پر اس کو ہاتھ نہ لگاتے۔

بیت المقدس کا شاہزاد اور فاتحہ سفر جس شان سے فرمایا وہ دنیا کی تاریخ میں ہدیثہ یا وگار رہے گا، سواری میں ایک اونٹ سر کھلا ہوا، پاؤں کے لئے رکاب بھی نہیں جو اونٹ کا نگیرہ وہی سونے کا بستر، سامان کی جو خوجی وہی سرکا ملکیہ بدن پر گزی کا کرتہ جو پہلو گوچھتا ہوا، اس شان سے وہ سفر کر رہا ہے، بوروئے زمین کا سب سے طاقتور بادشاہ ہے۔

حضرت معاویہؓ نے حضرت علیؓ کے ایک رفیق صرار بن ضمہرہ سے کہا کہ علیؓؑ کا حال بیان کرو، انھوں نے معدترت کی، لیکن جب حضرت معاویہؓؑ نے اصرار کیا تو انھوں نے جو تعریف کی اس کے بعد فقرے آپ کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں، جس سے آپ کو اندازہ ہو گا کہ خلافت و حکومت میں بھی ان لوگوں کی کیا حالت تھی۔

"ان کو دنیا اور اس کی بہار اور رونق سے وحشت ہوتی

تھی، اور رات اور اس کی تاریکی میں دل بہلتا تھا، انکھیں

پر اکشیدہ کرتی تھیں، ایک لمحے فکر اور سچے میں دہاکتے، پہاں

وہ پسند آتا جو مرنا ہو، کھانا وہ دل کو بھاتا جو مسونی اور

سادہ ہو، بالکل معمولی آدمی کی طرح رہتے، ہم میں ان میں کوئی فرق  
 معلوم نہ ہوتا، جب ہم کچھ پوچھتے تو جواب دیتے، جب ہم آتے تو  
 وہ سلام میں پہل کرتے، جب ہم بلا تے تو بے تکلف آجاتے، لیکن  
 ان کے بیان اس تقرب اور ہمارے اس قرب کے باوجود درجہ  
 اتنا تھا کہ ہم گفتگو نہ کسکتے، اور خود چھپر کر بات نہ کسکتے، وہندہ اُس  
 کی تخلیم کرتے تھے، اور مسکینوں سے محبت رکھتے تھے، طلاق تو رکو  
 ان سے کسی غلط چیز کی امید نہ ہوتی، اور کمزور ان کے انصاف  
 سے نہ امید نہ ہوتا، بخدا میں نے ان کو بعض موقع پر اس وقت  
 دیکھا ہے کہ رات نے اپنے پردے ڈال دیئے تھے، اور تارے  
 ڈھلن گئے تھے، وہ اپنی محراب میں کھڑے تھے، داڑھی پکڑے  
 ہوئے، مار گزیدہ کی طرح تڑپتے تھے، اور اس طرح روتے  
 تھے کہ جیسے دل پر چوٹ لگی ہو، گویا کہ میں سن رہا ہوں اور  
 وہ کہہ رہے ہیں، اے دنیا! اے دنیا! کیا مجھ سے چھپر کرنے  
 پہل ہے، اور مجھ پر تیری نظر ہے، اس کی امید نہ کرنا کسی اور کو  
 فریب نہیں نے مجھ کو ایسا چھوڑا ہے، کہ کبھی تیر انام بھی  
 نہ لوں گا، تیری عمر مختصر، تیری زندگی بے وقعت اور تیر اخطرہ  
 بہت ہے، ہاکے سامان سفر کس قدر کم ہے، سفر کتنے دور کا ہے؟

رات کتنا وحشتناک ہے؟

آخرت کے لقین، محابسہ کے ڈر اور خدا کے خوف نے ذمہ داری کا ایسا احساس  
اور اتنی اختیاط پیدا کر دی تھی جس کا تصور بھی مشکل ہے، شائد ان چند واقعات  
سے اس کا کچھ اندازہ ہو سکے۔

حضرت عمر بن فرماتے تھے کہیری خلافت و حکومت کی حقیقت کیا ہے،  
بس اتنی کرتین آدمی سفر میں ہوں، وہ اپنے میں سے ایک کو اپنا خرچ سپرد  
کر دیں، اور اس کو اپنے کاموں کا غلطیم بنادیں۔ کبھی فرماتے کہیری مثال  
تیم کے منتظم اور سرپست کی مثال ہے کہ اگر اس کو فراغت ہو تو اپنا کھانے  
اور اگر احتیاج ہو تو اس کے مال سے بقدر صرودت لے لے۔

ایک مرتبہ صدقہ کے اونٹوں کو سخت گرمی میں تار کوں لگا رہے تھے کسی  
شخص نے کہا کہ کسی غلام سے فرمادیا ہوتا، فرمایا مجھ سے بڑھ کر کون غلام ہو گا۔  
فرماتے تھے کہ اگر فرات کے کنارہ بکری کا ایک بچہ بھی مر گیا تو مجھ سے اس کا  
حساب ہو گا۔

حضرت عمر بن عبد المؤمنؓ کی اختیاط کا یہ حال تھا کہ وہ عام باور جی خانہ میں  
(جو بیت المال کی طرف سے ہوتا تھا، اور جس پر عام مسلمانوں کا حق تھا) گرم کیا ہوا  
پائی استعمال نہیں کرتے تھے، اور بھوڑا کبھی اس کی نوبت آ جاتی تو اس کی  
اجرست اور کردیتے، سرکاری کام کے لئے جوشیج بلتی اس کی روشنی سے ذاتی  
کام نہ لیتے اگر کوئی ذاتی گفتگو چیز دیتا تو فوراً اس کو ٹکل کر دیتے اور اپنا ذلتی  
چراغ منگوا لیتے۔

لہیرہ عمر بن الخطابؓ ابن جوزی صنعاً لہیرہ عمر بن عبد المؤمنؓ (ابن الحکم) ص ۲۷۸

یا وجود اس کے کوہ اپنے وقت کے سب سے بڑے شہنشاہ تھے، اور بیکت و  
قدیم بازنطینی سلطنت، ساسانی سلطنت اور جدید اسلامی سلطنت کے واحد  
فرماز و اتحاد تھے، ان کی معاشرت اور خرچ کا حال یہ تھا کہ ایک مرتبہ وہ اپنی بچپوں  
سے ملنے لگئے تو دیکھا کہ ہر ایک اپنے منہ پر ہاتھ رکھ کر بات کرتی ہے، انہوں نے  
اس کا سبب دریافت کیا تو ان کی دایہ نے کہا کہ آج گھر میں مسور کی دال اور  
ہسن کے سوا کھانے کو کچھ نہ تھا، ان بچپوں نے یہی کھایا، اور اس خیال سے کہ آپ کو  
اس کی بوستہ تخلیق نہ ہو، منہ پر ہاتھ رکھ کر بات کرتی ہیں، عمر بن عبد العزیز یہ سن کر  
رونے لگے اور کہا تھا سبیلو! اس میں تمہارا کیا فائدہ کہ تم انواع و اقسام کے کھانے  
کھاؤ اور تمہارے باب کو جہنم میں لے جایا جائے، یہ سن کر بچپوں رونے لگیں ہی!  
اسی طرح انسان کی شرافت اور برتری کا ایسا احساس پیدا ہوتا ہے کہ  
انسان جانوروں کی سطح پر اتر آنے پر کسی طرح راضی نہیں ہوتا، اور اپنے ہم جنوب  
انسانوں کے ساتھ جانوروں یا بے روح جمادات کا ساسکوں کرنے پر اس کا تمیز  
مطمئن نہیں ہوتا اور ان کو اپنے ذاتی تفوق اور اقتدار کے لئے غلام بنانا جائز نہیں  
سمجھتا اور اپنے اور اپنے بني نوع کے درمیان کوئی ایسا فرق نہیں دیکھتا جس سے  
وہ ان کی تذلیل و امانت کا حقدار ہو۔

اس سلسلہ میں یہ واقعہ قابل ذکر ہے کہ عمر بن العاص (جو مصر کے گورنر تھے)  
کے بیٹے نے گھوڑا دوڑ کے موقع پر ایک مصری کے کہنے پر کہ والش میرا گھوڑا آگے  
ہے، مصری کے ایک تھپڑ مارا اور کہا کہ لو ایک شریف زادہ کا یہ طانپی، اس نے

حضرت عمرؓ سے جاگر شکایت کی، حضرت عمرؓ نے فوراً عمر و بن العاص کو مجھ ان کے بیٹے کے طلب کیا، جب وہ آگئے تو اس مصری سے کہا کہ اس دُودھ سے تشریف زادہ کو مارو، اس نے عموں العاص کے بیٹے کو اتنے درے مارے کہ وہ زخموں سے پورپور ہو گئے، حضرت عمرؓ نے کہا کہ اب یہ کوڑہ عمر و بن العاص کے سر پر پھراو، اس لئے کہ اس لڑکے نے تم کو طلانچے مارا وہ محض اپنے باپ کی حکومت کے گھنٹیں پھر آپ نے عمر و سے کہا۔

منی استعبد تم الناس وقد  
کب سے تم نے لوگوں کو غلام بنا یا حالانکہ  
ولد تمہارا مہاتهم احرار<sup>ا</sup>۔  
وہ اپنی ماں کے پیٹ سے آزاد پیدا ہوئے۔  
ہمارے علم میں تمدن و تہذیب کی پوری تاریخ میں یہی ایک خالص اصولی اور  
اخلاقی سوسائٹی تھی، جس میں عزت و وقت و فضیلت کا معیار مال و دولت،  
منصب و وجہت، اُنسب و شرافت نہیں تھا، بلکہ اخلاق، دینداری اور خدا کا  
خون تھا، اس میں عزت و احترام، صدقہ نشانی و فوکیت، لباس اور ظاہری و اضافی  
پیزوں کی بنابر حاصل نہیں ہوتی تھی، بلکہ سارا اعزاز و انتیاز ایمان، عمل صاحع  
اور حسن سیرت کی بنابر تھا۔

حضرت عمرؓ سے ملنے ایک مرتبہ قریش کے بڑے بڑے سردار آئے جن میں شہیب بن عمر و ابو سفیان بھی تھے، اور کچھ آزاد شدہ غلام بھی آئے جن میں صہیب اور بلال تھے، عبد الشفیع بن عمر تکلے اور صہیب اور بلال کو اندر بلالیا، اور سردار ان قریش کو چھپور دیا، ابو سفیان نے کہا کہ خدا کی شان ہے صہیب و بلال اندر بلالے

جاتے ہیں، اور ہم بیٹھ رہتے ہیں، سہیل نے کہا کہ دوستو اگر تم کو اس بات پر غصہ آتا ہے تو اپنے ہی اوپر یہ غصہ اتنا رو، اس میں ہمارا ہی قصور ہے، بلانے والے نے صلاۓ خام دی تھی، پکارتے والے نے سب کو پکارا تھا، ان لوگوں نے بدیک کہی، ہم بیٹھ رہ گئے، جس طرح ہم نے اس دعوت (اسلام) کو قبول کرنے میں دیر کی اسی طرح آج بھی ہم ہر موقع پر سچے پرہیز گے، اس وقت کیا ہو گا جب قیامت میں یہ لوگ بلاۓ جائیں گے اور تم پچھے پڑے جاؤ گے۔

ان لوگوں نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ یہ کوتا ہی تو ہم سے ہو گئی، اور اس کا داع تو ہیشہ رہے گا، اب کسی طرح اس کی تلافی ہو سکتی ہے؟ حضرت عمرؓ نے شام کی طرف اشارہ کیا کہ وہاں جاؤ اور جہاد کرو، چنانچہ یہ لوگ شام چلے گئے اور جہاد میں اپنی زندگی بسر کی۔

حضرت عمرؓ نے بیت المال کی تقسیم میں بھی یہی ترتیب رکھی تھی کہ اسلام کے قبول کرنے میں اور اس کی خدمت میں جس کا جتنا حصہ تھا اسی کے مطابق اس کو بیت المال سے ملے گا۔

شام کے سفر میں جب حضرت عمرؓ سے حضرت ابو عبیدہ نے یہ کہا کہ اس وقت سب کی نیگاہیں آپ کی طرف ہیں، آپ اپنا بابس کچھ درست کر لیجئے تو انہوں نے فرمایا کہ ابو عبیدہ تمہاری زبان سے میں یہ نہ سنتا تو اچھا تھا دنیا میں ہم سے تم سے زیادہ ذلیل زیادہ بے وقعت اور ہم سے کم کوئی نہ تھا، الشر نے اسلام کے ذریعہ ہم کو عزت دی، اب الشر کے سوا اگر کسی اور ذریعے سے تم عزت کے طالب

ہو گے تو الشتم کو ذمیل کر دے گا۔

حضرت عمر بن عبد الرحمن نے انتقال کے وقت جن لوگوں کے لئے فرمایا تھا کہ ان میں اگر کوئی زندہ ہوتا تو خلافت کا اہل تھا، ان میں سے ایک سالم بھی تھے، جو حضرت ابو حذیفہ کے آزاد کئے ہوئے غلام تھے۔

بلال عبشی رضنے اپنے بھائی کا انصار کے ایک شریف گھرانے میں پیام دیا تو اپنا تعارف اس طرح کرایا کہ میں بلال ہوں، عبشی نزاد اور آزاد شدہ غلام یہ میرا بھائی ہے، اگر اپنے خاندان میں اس کی شادی کرتے ہو تو بسم الشرور نہ الشراکب (الشرابیت بڑا ہے) ہر طرف سے آواز آئی بسر و حشم ہم کو منظور ہے۔ بھائی نے کہا اس وقت اس اخبار واقعہ کی کیا صفر و روت تھی؟ کہا کہ اسی راستے گولی کی بدلت تھا ری شادی ہوئی۔

حستی اور جاہلی تمدن کے خلاف اس تمدن کی بنیاد خالص عقائد اخلاق اور اصول پر ہوتی ہے، اور ان کو مصالح اور فوائد پر قربان کرنا، کفر و ارتدا کے مراد ف ہوتا ہے، اس مذہب کے پیرو اور اس تمدن کے نمائندے دنیا میں حق و انصاف کے علمبردار اور خدا کی زمین پر خدا کی فوجدار ہوتے ہیں، دوستی اور دشمنی کسی مو قع پر حق و انصاف کا درامن ان کے ہاتھ سے نہیں چھوٹتا، اور حق کے موقع پر وہ دوست اور دشمن، خویش و بیگانہ میں تفریق نہیں کرتے۔

يَأَيُّهَا الَّذِينَ أَمْتُمُوا أَكُونُ نَجُوًّا لَهُ اِيَّانَ وَالْوَكْرَهُ هُوَ بُجَانَ وَلَهُ بُؤْ

قَوْ اِمْقَنْ دِلْلَهُ شَهَدَّ اَعَمَّ بِالْقِسْطَدَ الشَّرَكَ وَاسْطَلَّ گَوَّابِي وَيَنَّ وَلَهُ اِنْتَ

لَهُ الْبَدَاءِ وَالنَّهَاءِ اِبْنَ كِثِيرَ تَهْ طَبَقَاتِ اِبْنِ سَعْدٍ۔

وَلَا يَجِدُ مُنْكِرًا شَيْئًا فَوْهٗ عَلَىٰ  
کے اور کسی قوم کی دشمنی کے باعث انصاف  
آن لَا تَعْدِلُوْا عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ هُوَ  
کو ہرگز نہ پھوڑو، اعدل کرو، یہی بات  
أَهْوَىٰ لِلتَّقْوَىٰ وَأَتَقْتُلُوا  
زيادہ تر دیکھ ہے تقویٰ سے ڈرتے رہو  
اَذْلَهُ كَانَ اَذْلَهُ خَيْرُهُمَا عَلَقُولُ  
الشر سے اشکو تباہ رے عمل کی خوب  
اَذْلَهُ كَانَ اَذْلَهُ خَيْرُهُمَا عَلَقُولُ  
(سورہ المائدہ ۸۰) خبر ہے۔

ان کا اشتراک عمل اور تعاون غیر مشروط اور غیر محدود و نہیں ہوتا، وہ صرف نیکی اور  
النصاف پر ایک دوسرے کی مدد کر سکتے ہیں۔

وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ  
اور ایک دوسرے کی مدد کرو نیک  
وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِشْرِيكَ  
کام پر اور پر سیرگاری پر اور مدد کرو  
الْعُدُّ كَانَ وَ (سورہ المائدہ ۲) گناہ پر اور ظلم پر۔

اسی ذہنیت اور تربیت کا نتیجہ یہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک  
موقع پر یہ الفاظ فرمائے جس کے سننے کے وہ جاہلیت میں عادی تھے: "انصر اخلاق  
ظالم لا و مظلوم ما" تو مسلمان صیرہ نکر کے، اور ادب بھی یہ سوال کرنے سے انہ نہ آیا کہ  
یا رسول اللہ بوجہ مظلوم ہوتے بشک ہم اس کی مدد کریں، مگر اگر وہ ظالم ہو تو ہم کس طرح  
اس کی مدد کریں؟ آپ نے فرمایا کہ ظالم کی مددی ہے کہ اس کا ہاتھ پکڑو، اور اس کو ظلم  
نہ کرنے دو۔

کسی جماعت یا فرد کی جانبداری بعض حیثیت جاہلیت کی بنیا پڑی اور حق کے خلاف  
خاندابی یا تو می پا سداری اور گروہ بنی کی وجہ سے (جز کتاب نام اسلام کی اصطلاح میں "عصیت"  
ہے) ایسا خلاف اسلام فعل اور شرعی گناہ سمجھا گیا ہے کہ فقهاء اسلام نے اس کو شہادت

کے غیر معتبر ہونے کے بڑے اساب میں شمار کیا ہے اور ایسے شخص کو جو اس کی دعوت دے مردوں الشہادۃ قرار دیا ہے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اپنی جلیل القدر مجتہد ان تصنیف "کتاب الامم" کی جلد ۶ میں اس پر گفتگو فرماتے ہوئے اسلام کی صحیح روح اور نقطہ نظر کی وضاحت اس طرح فرماتے ہیں :-

"جو شخص گفتگو کے ذریعہ عصیت ظاہر کرے اس کی دعوت دے اور اس پر جھاپٹانے اگرچہ جنگ کی نوبت نہ آئے تو وہ مردوں الشہادۃ ہے اس لئے کہ اس نے ایک ایسے فعل حرام کا ارتکاب کیا جس کی حرمت میں بیرے علم یہ علم اسلام میں کوئی اختلاف نہیں تھام لوگ اثر کے بندے ہیں ان میں سے کوئی اس کی بندگی سے خارج نہیں اور ان میں محبت کا سب سے زیادہ سقین وہ ہے جو اثر کا سب سے زیادہ فربان بردار اور مطیع ہو اور اس کی اطاعت کرنے والوں میں فضیلت و ترجیح کا سب سے زیادہ سقین وہ ہے جو جماعت مسلمین کے لئے سب سے زیادہ مفید اور کار آمد ہو، جیسے خلیفہ منصف، عالم مجتہد اور عام و خاص مسلمان کی مدد کرنے والا اس لئے کہ ان لوگوں کی طاعت اور عمل بہت سے عام مسلمانوں کی طاعت اور عمل کا ذریعہ اور سبب ہے تو جس کی طاعت اور عمل زیادہ ہے وہ اس سے بہتر ہے، جس کا عمل کم ہے، اثر تعالیٰ نے لوگوں میں اسلام کے ذریعہ مساوات پیدا کر دی ہے اور ان کو اسلام کی طرف منسوب کیا ہے، پس وہ ان کا سب سے سخراز نسب ہے، پس اگر کوئی شخص کسی شخص سے محبت کرے تو اسلام کی بنابر محبت کرے اور اگر کوئی شخص اپنی قوم کے ساتھ خصوصی محبت رکھتا ہے

لیکن دوسروں کے ساتھ کوئی حق تعلقی اور زیادتی نہیں کرتا تو یہ صدر حجی  
 ہے، عصیت نہیں اور پر شخص میں کچھ قابل محبت بائیں ہوتی ہیں، اور کچھ  
 لائق ناپسندیدگی کسی ایسے شخص کی محبت میں جس سے تعلق ہو، ناپسندیدہ  
 امر ہے کہ اس کے ساتھ دوسروں پر زیادتی کرنے لگے ان کے نسب میں  
 طعن و اعتراض کرے، اور ان کے خلاف جتحابندی کرے اور نسب کی  
 بنابری نفرت و بغضہ رکھے، البتہ اگر دوسرا شخص کسی گناہ کا ترکب ہے یا  
 اس کی کسی زیادتی اور ظلم کی بنا پر اس کو اس سے نفرت ہے تو مضائقہ  
 نہیں، لیکن یہ کہنا کہ میں اس سے اس لئے نفرت کرتا ہوں اور بغضہ رکھتا  
 ہوں کروہ فلاں خاندان سے ہے، اور فلاں خاندان سے ہے، اور فلاں قوم  
 سے ہے، یہ وہ خالص عصیت ہے، جس سے شہادت نامقبول کر دی  
 جائے گی، اگر کوئی شخص کہے کہ اس کی شرعی دلیل کیا ہے، تو کہا جائے گا کہ  
 الشَّرْتُ مَا يَعْلَمُ، کا ارشاد ہے: «إِنَّمَا الْمُحْمَدُ مَنْ أَخْعَذَهُ»، مسلمان بالکل بحالیٰ  
 بھائی ہیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «كَوْفَافُ اعْبَادِ اهْلَهُ  
 اخْوَانًا» اے الشرکے بندو بھائی بھائی بن جیا، تو الشرک اور اس کے رسول  
 کی خلاف ورزی کرنا اور عصیت جیسے فعل حرام کا جس میں کوئی تاویل  
 نہیں، اور مسلمانوں کے درمیان کوئی اختلاف نہیں، صفات صاف  
 ارتکاب کرتے رہنا ایسا ہی جرم ہے کہ اس سے آدمی مردود الشہادۃ قرار

دیا جائے؟

جماعت مسلمہ کی صحیح تعریف یہ ہے، جو قرآن نے کی ہے:-

**وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ** ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں  
 ایک دوسرے کے مداؤگار ہیں، نیک بات  
 بعْصُهُمْ أَوْلَاءُ بَعْضٍ يَا مَرْءُوفٌ  
 سکھلاتے ہیں، بڑی بات سے منج کرتے  
 بِالْمَرْءُوفٍ وَيَنْهَانَ عَنِ الْمُنْكَرِ  
 ہیں اور نماز قائم رکھتے ہیں اور زکوٰۃ  
 وَيُقْيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ  
 دیتے ہیں اور الشّر اور اس کے رسول  
 الرَّكُوتَ وَيُطْبِعُونَ الْحَلَةَ وَ  
 کے حکم پر چلتے ہیں۔  
**رَسُولُنَا** (سورہ توبہ ۲۱)

استراتی فلسفہ اور نظام کے بخلاف اس میں ترک دنیا اور ترک علائی صحرائی  
 اور رہبائیت کے عناصر نہیں ہیں، خود کشی خواہ وہ دفعہ ہو یا تدریجی ہرام ہے خود آزاری  
 اور جسمانی تعذیب ناجائز، تجد و ترک ازدواج غیر مستحسن فعل، صحرائشینی اور دامی خلوت  
 گزینی ناپسندیدہ عمل، غیر فطری یا اضافتی اور نفس کشی عبادت و زہد میں بے اعتدالی سب  
 خلاف تعلیمات ہیں اور پریہ آئیت گزر چکی ہے:-

**قُلْ مَنْ حَرَمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَمْرَجَ** کہو کس نے امرکی وہ زینت جو اس نے  
**لِبِإِدَاهٖ وَالظَّبَابِتِ مِنَ الرِّزْقِ** اپنے بندوں کے لئے پیدا کی اور کھانے  
 پینے کی پاک صاف چیزیں حرام کیں۔  
 (سورہ اعراف ۳۲)

**وَلَكُلُونَ شَرُونَ وَأَلَّا تُرِفُوا.** (اعان ۳۱) کھاؤ پیو اور اسراف سے بچو۔  
 رسول اشر صلے اشر علیہ وسلم نے فرمایا۔

**لَا رَهْبَانِيَّةٌ فِي الْإِسْلَامِ.** اسلام میں رہبائیت نہیں۔

**لَا صُرُوفَةٌ فِي الْإِسْلَامِ.** اسلام میں تجد و نہیں۔

الْتِكَاحُ مِنْ سُنْنَتِيْ وَمِنْ دَعْيَتِيْ  
نکاح ییری سنت ہے اور یوں ییری سنت  
عَنْ سُنْنَتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ ط  
سے اجتناب کرے اس کا بھئے تعلق نہیں  
آپ نے حضرت عبد الرحمن بن عروہ کو جو مسلسل روزہ رکھتے تھے اور رات بھر نمازیں پڑھتے  
تھے یہ نصیحت فرمائی۔

فَإِنْ لَجَسَدِكَ عَلَيْكَ حَقَادَاتٌ  
تم پر تھا رے حبک کا بھی حق ہے تمہاری آنکھوں کا  
بھی حق ہے تمہاری بیوی کا بھی حق ہے کسی دن  
لِعَذَابٍ عَلَيْكَ حَقَادَاتٌ لِرَوْحِكِكَ  
روزہ رکھو کسی دن نہ کرو۔  
عَلَيْكَ حَقَالْمُصْرُ وَأَغْطِرُ  
سلمانوں کی دعایہ ہوتی ہے۔

رَبَّنَا إِنَّا فِي الدُّنْيَا لَحَسَنَةٌ وَفِي  
لے ہمارے پروردگار ہم کو دنیا میں بھی بھلائی  
الْخَرْجَةِ حَسَنَةٌ وَقَنَا عَذَابَ الْآتَارِ  
خطافر اور آخرت میں بھی اور ہم کو بھی نہ کی  
آگ سے بچا۔ (سورہ البقر ۲۱)

یہاں مرد انگلی کسی غار میں بیٹھ کر اللہ کو یاد کرنا نہیں بلکہ زندگی کی کشاوری بازار کا  
کے شور و غوغاء اور کار و بار کی مصروفیت میں خدا کو نہ بھولنا بخاہم روایتی ہے:-

وَهُوَ بَالْأَمْلَامِ وَمِنْ تِجَارَةٍ وَلَا بَيْعٍ  
وہ جو انفراد جن کو تجارت اور خرید فروخت  
عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ  
اللہ کی یاد اور نماز کی ادائیگی سے غافل  
فَلَيْسَ أَعْرَكَ تَهْبِيَّنًا فَوْنَى يَوْمًا  
نہیں کرتی وہ اس دن سے ڈرتے  
تَسْقَلَّبُ فِيهِ الْقُلُوبُ وَالْأَبْصَارُ  
ہیں جس میں ول اور نکاہ ہیں پلٹ  
جائیں گی۔ (سورہ النور ۳۴)

یہاں صرف خدا کی یاد اور اس کی عبادت پر اکتفا نہیں بلکہ نماز کے بعد کسب معاش

حصول رزق اور محنت و تجارت کی بھی تر غیب ہے۔

فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَأَنْتَشِرُوا  
فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ  
جَنَّاءٍ، اُوْرَاثَتِكُمْ فَضْلٌ  
اَخْلَقُهُمْ (سورة الحجۃ: ۱۰)

عقلی تدن کے بخلاف اس میں اخلاق اجتماع کے بارہ میں چند ثابت شدہ اور مسلم حقوق اخلاق کی چند غیر مترزل بنیادیں اور خیر و شر کے کچھ دامکی معیار ہیں، جس میں کسی عقلی ترقی یا تنزل یا تغیر سے کوئی فرق نہیں ہوگا، جو چیز بُری ہے، وہ قیامت تک بُری رہے گی اور جو چیز اچھی ہے، وہ ہر زمانہ میں اچھی رہے گی، شرم و حسما، تہذیب و اخلاق، وفاداری، معاہدہ کی پابندی، سچائی امانت داری، عفت و عصمت ہر دو اور ہر قسم کے حالات میں مستحسن، قابل تعریف اور ضروری اوصاف و اخلاق رہیں گے، اور ان کی حقیقت اور ان کے اعتبار میں کوئی تغیر نہ ہوگا، اس کے مقابلہ میں ان کے مقابل اوصاف ہر جگہ اور ہر زمانہ میں نہ موم اور ناپسندیدہ صفات سمجھے جائیں گے، خواہ عقل ان میں کسی قدر مصالح و منافع دکھائے، اور ان کے جائز اور بعض اوقات فرض ہونے کا فتوی دے، اخلاق کا میہارا انسان کا ذوق و جدران یا اس کی تعریف و اصطلاح یا اس کا تجربہ یا اس کی عقل نہیں ہوگی کہ ان میں سے ہر چیز بدل جانے والی ہے، اور بہت سی چیزوں سے متاثر ہونے والی ہے، یہاں خیر و شر کا معیار خود ان اشیاء کی فطرت ہے، جس کی وضاحت کرنے والی اور پھر اس کی حفاظت کرنے والی

وجی درسالت ہے۔

فَطُرْهُ أَهْلَهُ أَنْتُ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهِ  
الشَّرُكَيِّ بِنَانَىٰ هُوَ فَطَرَتْ جَسِّ پَرَاسَ نَهَى  
لَا تَدْرِي نَلَقُ أَهْلَهُ إِذْ لَأَكَ الدِّينُ  
لَوْ كُوْبِيْلَيَا الشَّرُكَيِّ بِنَانَىٰ هُوَىٰ كُوكَىٰ  
بَلْ نَهِيْنَ سَكَنَىٰ يَبِيْلَهَا وَإِسْتَوَارَدِينَ هَيْهَ  
الْقَيْمِدُ (سُورَةِ الْقَمَدِ ۲۰۰)

عقلی تہذیب و فلسفہ کے دور میں اکثر قوم اور سوسائٹی پر سو فاطمیت طاری ہو جاتی ہے، حقائق اشیاء کا اور اخلاق و صفات کے باہمی فرق کا انکار کیا جانے لگتا ہے، خبر و شرکے قدیم معیاروں اور ان کی تعریفوں میں شک کیا جانے لگتا ہے، اخلاق و صفات، حسن و قبح محض اعتباری اور نرمی شنس سمجھی جانے لگتی ہے، جو زمان و مکان کے اختلاف سے بدلتی رہتی ہے، یہ ذہنی کیفیت سخت اخلاقی اخلاق اور اجتماعی اختلال پیدا کر دیتی ہے اور جب کسی قوم کی زندگی میں یہ دور آ جاتا ہے تو پھر اس کو تباہی سے کوئی چیز نہیں بچا سکتی۔

یونان قدیم میں اس کی قوی بربادی کے وقت یہی کیفیت پیدا ہو گئی تھی، ایران قدیم میں اس نے اباحت (ہر چیز کو جائز سمجھنا) کا رنگ اختیار کر لیا تھا، اور پورا نظام تہذیب و معاشرت زیر وزبر کرو دیا، روم کے مورخین اسی کا شکوہ کرتے ہیں، اور آج یورپ میں بعدہ یہی کیفیت موجود ہے، اور وہاں مفکرین اور اصلاح پسند اشخاص عرصہ سے سخت خطرہ محسوس کر رہے تھے، مگر اس کا علاج کسی کے پاس کچھ نہیں، اس کی روک تھام صرف نبوت کی تعلیمات اور محفوظہ مذاہب کر سکتے ہیں، جو اخلاق کا فیصلہ اور حسن و قبح کا معیار عقل یا تجربہ پر نہیں جھوٹرتے، بلکہ ان کو خود طے کر کے دیتے ہیں، اور ان کی نگرانی کرتے رہتے ہیں۔

اس طرح یہ تمن ن پورے طور پر ساخت ہونے سے محفوظ رہتا ہے اور ان کی ان خرابیوں کی اصلاح کا (بوباہر سے اس میں داخل ہو جاتی ہیں) موقع رہتا ہے اور اس کی تجدید ممکن ہوتی ہے۔

اس موقع پر یہ ممکن نہیں کہ اسلامی تمدن کے پورے خط و فعال اور اس کی پوری خصوصیات پیش کردی جائیں، اس کے لئے کتابیں بھی ناکافی ہوں گی یہاں پر صرف اس کی روح اور اس کا خاص مزاج پیش کرنا تھا، اور میں سمجھتا ہوں کہ میں نے جو کچھ عرض کیا اس سے آپ اس کی اسپرٹ سمجھ گئے ہوں گے، اور سابق الذکر تہذیبوں اور اس الہامی تہذیب کے درمیان جواضی اور بوجہری فرق ہے، وہ آپ کے سامنے آگیا ہوگا۔

اب آخر میں آپ سے یہ عرض کروں گا کہ اگر آپ کے نزدیک مادی تمدن قابل ترجیح ہے اور اس کے نتائج انسانیت اور اخلاق کے حق میں زیادہ مفید ہیں تو پھر مجھے آپ سے کچھ کہنا نہیں، اس لئے کہ یہ خوش قسمت تمدن زمین کے سب سے بڑے رقبہ پر حکمران ہے اور باوجود اس کے کروہ انسانوں کی ایک بڑی تعداد (غالباً سب سے بڑی تعداد) کے لئے مقناطیس کی کشش رکھتا ہے، پھر بھی اس کے لئے یا اس میں کسی جزوئی ترمیم کے لئے یا اس کو زیادہ تیز کرنے کے لئے اس وقت بڑی جدوجہد برپا ہے، اس کے لئے قومیں کی قربانیاں پیش کر رہی ہیں، اس لئے اس کی خاطر آپ کو کسی خاص جدوجہد یا قربانی کی ضرورت نہیں، یہ ایک مشرق سے مغرب تک پھیلا ہوا سمندر اور ایک بہتا ہوا دھارا ہے، آپ کا کام صرف یہ ہے کہ

آپ اپنے کو اس کے والہ کر دیں۔

لیکن اگر آپ کا انتخاب اس کے برعکس ہے تو پھر اس کے لئے آپ کو سخت جدوجہد کرنی پڑے گی، آپ کو دریا کے ریخ کے خلاف پیر ناپڑے گا بلکہ دریا کا ریخ پھیننا ہو گا، آپ کو خود اپنی ان خواہشات، افکار و خیالات اور رسوم و عادات کی سب سے پہلے قربانی کرنی پڑے گی، جو صدیوں سے حسی و مادی تمدن و تہذیب اور نظام حیات میں رہنے کی وجہ سے آپ کی زندگی کا جز بن گئی ہیں، آپ کو اس عظیم الشان مقصد کے مقابلے میں دوسرا فرقہ مقاصد زندگی کو خیر با دکھنا ہو گا، آپ کو اپنا پورا نظام تعلیم و تربیت اس مقصد کا تابع اور اس کا ہم آہنگ بنانا ہو گا، اور اس میں جتنے اجزاء اس سے موافق نہیں رکھتے یا اس سے متصادم ہیں، ان کو حذف کرنا ہو گا۔

یہ کام دنیا کا سب سے بڑا کام ہے، اور اس کی ذمہ داری تنہا آپ کے سر ہے، زندگی کے جتنے نقشے دوسروں کے پاس تھے، وہ ان کو بار بار آپا چکے اور ناکام ہو چکے، اب صرف آپ کا نقشہ باقی ہے، جو صرف ایک بار آزادیا گیسا تھا، اور پورے طور پر کامیاب ثابت ہوا تھا، دنیا کی بو سیدہ اور متزلزل عمارت اب پھر آپ کی تعمیر لو گی منتظر ہے۔

معارِ حرم بازہ تعمیر جہاں خیز  
از خواب گرائ خواب گرائ خواب گرائ خیز  
از خواب گرائ خیز

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تقدیر یا یہی اس کام کا فیصلہ کر چکی ہے، اللہ کو اپنی

اس زمین کی بربادی ہمیشہ کے لئے منظور نہیں، اگر یہ کام آپ سے نہ ہو سکے گا تو دوسرو  
کے ہاتھوں ہو گا۔

وَإِن تَتَوَلَّ إِلَيْنَا سَبِيلٌ فَوَمَا غَيَرَ كُمْثُرَ لَا يَكُونُوا أَمْشَاكَ الْكُلُمْ.

( سورہ محمد ۳۸)

